



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Punjab.)

سالانہ چندہ

معاونین سے ۵%

غیر مالک سے ۲%

سالانہ چندہ

بیادگارینہ عہدہ مولانا الحاج علی احمد صاحب بکوی امیر حزب الانصار بھیرہ (بجواب)

منجانب

حزب انصار بھیرہ و ادارہ عالیہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی عملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم با اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریق کار { (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) نیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
 - ۲۔ اگر کان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
 - ۳۔ عام سالانہ چندہ ۳/۴ ملے طلبہ ۱/۲ ملے مقرر ہے۔ نمونہ کار پرچہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
 - ۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض سائل اسے میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے جہیز کے آخر تک اطلاع وصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
 - ۵۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ ٹکٹ آنا چاہیئے۔
 - ۶۔ ہر رنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔
- جملہ خط و کتابت و تزیل ذریعہ نام :- غلام حسین پتھر شمس الاسلام بھیرہ (بجواب) ہونی چاہیئے

سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دی بی ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ دی بی آرڈر بھیجیں خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خدا راوی بی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو اپنی نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کیلئے وقت خریداری غیر کا جواب ضرور دیں۔

(غلام حسین پتھر شمس الاسلام)

شہزاد

(آداب)

پاکستان اور انڈیا :- ساہیوال سے
 ہندوستان میں مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین سیاسی
 حقوق کی جنگ جاری تھی۔ لیگ چند سال سے یہ
 مطالبہ کر رہی تھی کہ مسلم اکثریت والے صوبے مسلمانوں
 کو اور غیر مسلم اکثریت والے صوبے غیر مسلموں کو دے
 دیے جائیں۔ ہرچند کہ اس مطالبہ کے تسلیم کرنے سے
 کانگریس انکار رہی کرتی رہی اور خود مسلمانوں کے بہت
 سے سیاسی لیڈر اور علماء بھی اس تقسیم کے خلاف
 تھے۔ تقسیم کے مخالف مسلمانوں کا کہنا یہ تھا کہ اس
 تقسیم سے مسلم اقلیت والے صوبوں کے تقریباً
 پانچ کروڑ مسلمان غیر مسلموں کے محکوم ہو جائیں گے
 ہزار ہا مسجدوں، اولیاء اللہ کے سینکڑوں شہرک
 مزارات، مسلمانوں کے بے شمار عربی مدارس اور
 تعلیم کے مراکز اور مسلمان بادشاہوں اور فرمانرواؤں
 کی تاریخی یادگار عمارتوں کو غیر مسلموں کے رحم و کرم
 پر چھوڑنا پڑے گا۔ تقسیم کے مخالف مسلمانوں کا یہ
 دلیل اور اس قسم کی دوسری دلیلیں بھی یا غلط
 اس سے ہیں بلکہ نہیں نہ یہ اس وقت میں بڑے
 مشن لاء اسلام کی دعوتِ حق سے متاثر نہ ہوئے تھے
 ہیں تاہم یہ واضح ہے کہ اس وقت ہی دوسری
 گزردہ گاہ کو کسی نے نہ سنا اور آخر برطانوی حکمرانوں

سرحون شکستہ کو ہندوستان کی اقسیم کی اسکیم پیش کر دی
یہ سکیم اچھی ہے یا بُری؟ کہنے کو تو مسلم لیگ کے لیڈروں
نے بھی اسے بُرا بتایا اور ہندوؤں اور سکھوں کے رہنماؤں
نے بھی لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ عملاً تینوں فرقوں کے
نمائندوں نے اس سکیم کو منظور کر لیا۔ اور اب نہایت
تیزی اور سرگرمی سے انتقال اختیارات کی فہرستیں
طے ہو رہی ہیں جیسا کہ ہم اگست شکستہ تک یا کتنا
اور آگے یا کتنے نام سے دو خلاف حکومتیں قائم ہو
ایسا اپنا کام شروع کر دیں گی :

فقر و مشاک حالات :- اس سے بحث نہیں
کہ ہندوستان پر کتنی کٹی ہوئی ہو؟ جو کچھ ہونہ تھا ہو گیا۔
اب بقیہ اور حلقہ تقسیم کے مصالح و مفاسد پر بحث کرنا
عبث ہے البتہ اس میں ہر کہے کہ یہ سب نیچے ایسے
حالات میں تھا جو نہایت شرمناک ہیں۔ ملک میں نہروں
بجائے انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ نہروں
غذروں کا شہناک لٹ گیا۔ نہروں بچے یتیم ہو گئے
کچھ مقامات پر بچوں اور غوروں پر کئی دستِ ظالم
دھار کیا گیا۔ عرب اروپائی کی جائز و ناجائز و تباہ و تباہ
گردی کشیں غرض انسان نے انسانیت کو رسوا کرنے
میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ہندو مسلمان کا اور
مسلمان کو ہندو کا اس قدر خدیوہتن بنا دیا گیا ہے کہ

مستقبل قریب میں ان کے مابین مشترکہ مقاصد اشتراک کی کوئی بھی امید نظر نہیں آتی۔ انڈیا کے اقل قلیل مسلمانوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے اور پاکستان کا ہندو مسلمان کے خوف سے سہا جا رہا ہے۔ اب جبکہ انتقال اقتدار اوتھین حدود کی مندریں طے ہو رہی ہیں دونوں قوموں کے لکھنوں کو چاہیے تھا کہ وہ گذشتہ افوسناک حالات کو بھول کر اس نازک مرحلہ پر ہی ہم مدد داری سے کام لیتے اور خوش امتوں کے ساتھ اس ہم کو سر انجام دیتے لیکن اس نازک ترین دور میں بھی وہ قدم قدم پر منافرت کا بیج بو رہے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ پاکستان اور انڈیا دونوں حکومتوں میں نہ صرف یہ کہ مشترکہ مقاصد اشتراک ہی نہ ہو سکیگا (جو دونوں حکومتوں کی ترقی و خوشحالی کے لئے ضروری ہے) بلکہ باہم کو پیزی اور جھگڑا نہ جنگ و جدل کا شدید خطرہ ہے۔ اگر خدا خواستہ یہ خطر ایک حقیقت بن کر سامنے آ گیا تو روس، امریکہ اور برطانیہ کی انجمنیت اور سازشوں سے نہ صرف انڈیا اور نہ صرف پاکستان بلکہ دونوں حکومتوں کی کل تباہی اور ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں قوموں کی کامل ملامت اور بربادی کے سوا اس کا اور کوئی نتیجہ نہ ہو گا۔ کاش اللہ تبارک و تعالیٰ بیس طروں کو عقل عطا فرمائے کہ وہ روس، برطانیہ اور امریکہ کے امرا کا کار بننے کی بجائے ملک اور قوم کی صحیح خدمت انجام دے سکیں۔

پاکستان کا نظام حکومت :- پاکستان

قائم ہونے کے بعد اس میں قانون کو نسا نافذ ہو گا؟ یہ وہ سوال ہے جو آجکل موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ ملک کے متدین حلقوں کی طرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ آئین شریعت نافذ کیا جائے۔ اور وہ لوگ جو اسلام کے پیچھے کی بجائے کمیونزم اور سوشلزم کے ولولہ اور لادینی تحریکوں کے علمبردار ہیں پاکستان میں نظام حکومت سوشلزم بنیادوں پر قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ گذشتہ الیکشن کے دوران میں مسلم لیگ کی طرف سے پوری قوت کے ساتھ یہ اعلان کیا جاتا رہا ہے کہ پاکستان میں قرآن کی حکومت ہوگی اسی اعلان کی بناء پر لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی ورنہ وہ قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلام ہی کا مقصد نام تھا جو اٹے آیا اسے اگر استعمال نہ کیا جاتا تو لیگ کا وہی حشر ہوتا جو اسلام کا نام استعمال کرنے سے پہلے اس کا ہوتا رہا ہے۔ لیکن اب جبکہ ارباب لیگ کو اقتدار مل رہا ہے۔ ۴ جولائی کو کراچی میں بیان دیتے ہوئے سردار عبدالرب شتر نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نہیں بتا سکتا کہ پاکستان میں نظام حکومت کیا ہو گا؟ اگر پاکستان میں اسلامی و قرآنی نظام حکومت کا نفاذ یقینی ہوتا تو سردار صاحب دھڑلے سے اس کا اقرار کرتے۔ لیکن انہوں نے نا علمی کا اظہار کیا جس سے نتیجہ ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ اور ایوان پاکستان میں "غریب اسلام" کی رسائی ابھی قابل غور چیز ہے۔ ہم سٹر جناح صاحب اور دوسرے لیگی لیڈروں

سچے زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں امن شریعت نافذ کر کے اسلام سے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کریں۔ اس کے علاوہ ان تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام سے جنہوں نے لیگ کو اسٹیشن میں کامیاب کر دیا تھا، درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس موقع پر اپنا دینی فرض ادا کرتے ہوئے لیگ کو قانون شرعی نافذ کرنے پر مجبور کر دیں ورنہ یہ حضرات عند اللہ اور عند الناس جوابدہ ہوں گے۔ اگر خدا خواستہ کوئی غیر شرعی قانون (خواہ وہاں کی کاہی بنایا گیا کیوں نہ ہو) نافذ کیا گیا۔ تو یہ اسلام سے کھلی ہوئی غداری ہوگی۔

وَمِنْ لَدُنْهُمْ يَكْمُرُ بِنَا انْزِلَ اللَّهُ فَوَكَّلْنَا هُمْ الظَّالِمِينَ۔ پاکستان کا ملک کو کہا جاسکتا ہے جس میں اللہ کی حکومت ہو اور جس ملک میں انسانوں کا خود ساختہ قانون جاری ہو (خواہ وہ انسان ہی کہلاتے ہوں) وہ ملک پاکستان نہیں بلکہ ناپاکستان ہی ہوگا ایسی نام نہاد اسلامی حکومت میں اور ضلع یا انگریز کی حکومت میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ارباب اقتدار کے دلوں میں اسلام کی محبت اور سچا عشق پیدا فرمائے۔

حسن کرم۔ جہاں پاک

مشرعانیت اللہ مشرقی کا نام اب تو تھوڑے بھڑے نہیں رہا تحفیت سولہ سترہ سال سے لوگ ان کو خاکسار تحریک کے بانی اور کزنادھرتا کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں۔ اس سے قبل یعنی ۱۹۶۷ء

میں انہوں نے تذکرہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی تھی جس کا کچھ حصہ غلط سلسلہ عربی میں تھا۔ اور باقی اردو میں۔ کتاب کیا ہے؟ اس کو اتحاد و زندہ کا جدید ایڈیشن کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس کتاب کے مضمون کا خلاصہ یہ کہ سارے تیرہ سو سال کا شوارٹ اسلام عین کفر ہے۔ اور موجودہ تہذیب تمدن اصل اسلام۔ خاکسار تحریک، کتاب تذکرہ کی ریکٹیکل شکل کا نام ہے جن لوگوں نے تذکرہ اور خاکسار تحریک کو دو مختلف چیزیں تصور کیا انہوں نے فی الحقیقت دونوں کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی۔ یہی ٹھوکر نے بہت سے ناماقت دانش اور جدہ پسند نوجوانوں کو مشرقی کی چوکت پر اوندھے منہ گرایا۔ مشرقی اگر راست باز، بہادر، اور خوش اخلاق ہوتا تو خاکسار تحریک بوجہ اپنی ظاہری ٹاپک مذہب کے لئے ایک عالمگیر خطرہ بن سکتی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے گنجے کو ناسن نہ دئے یعنی مشرقی کو ان تینوں اوصاف سے یکسر محروم رکھا۔ بات بات پر اپنے مخالفوں کو بازاری گالیاں اور قتل تک کی دھمکیاں دینا ان کا شیوہ ہے۔ جھوٹ بولنے میں اس قدر کف چلائے داشتہ اور بیگ ہیں کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی زندہ ہوتے تو شرم کے طے پانی پانی ہو جاتے۔ جنرل اس درجہ کے ہیں کہ اس تحریک کے دوران میں متعدد مرتبہ گورنمنٹ سے تحریری سفارشی نام لک کر ان غلامی کمزوریوں نے نوجوانوں کو ان سے بدظن

میں اس کتاب کی تصدیق کرتے ہیں۔

کر دیا۔ اور ایک ایک کر کے ان سے علیحدگی اختیار کرنے لگے۔ تا آنکہ مشرقی صواب پر بے کسی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور

”کس نے یوسد کہ بھیا کون ہو“

کا سان نظر آنے لگا۔ اب پچھلے دنوں اپنے اعلان فرمایا کہ دہلی میں تین لاکھ خاکسار جمع ہوں۔ اگر اتنی تعدادیں جمع نہ ہوئے تو خاکسار تحریک کو ختم کر دیا جائیگا۔ لیکن تین لاکھ خاکسار آتے کہاں سے؟ نتیجہ ”ٹائٹس ٹائٹس“ کے سوا کچھ نہ نکلا۔

آخر آپ نے اعلان کر دیا کہ خاکسار تحریک کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اِن الْبَاطِلِ کَانَ زَهُوً قَاهَا
فَاحْمَدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۸

بقیہ مضمون عجوت چچات اور مسلمان
(آمدہ از صفحہ ۷۸)

سہماست کے لئے بیشک اقرار کر دو۔ مگر یہ سمجھ لو کہ قوم کے بہو کے افراد کے سامنے اگر سیاسیات کے لئے گلا بھاڑ بھاڑ کر بھی تم چلاؤ گے تو وہ کچھ نہ سنیں گے۔ اور یہ اُن کا قصو نہیں ہے آپ کا ہے۔ اُن کے مرض کی دوا تجویز کرنے کا بجائے آپ حقیقت اُن کو ایک دوسری مصیبت میں پھنسانے کے درپے ہیں ملک گیری کے بعد بیشک افلاس زندہ انسانوں کا علاج ہو سکتا ہے لیکن ملک گیری کے لئے خالی از افکار دماغوں کی ضرورت ہے جن کے گھر میں اگر صبح کے لئے ہوا و رشتام کے لئے نہ ہو اور شام کے لئے

کے لئے ہوا اور صبح کے لئے نہ ہو۔ ایسے انسان پچھلے گھر کی فکر کریں یا ملک کی۔ ملک گیری سے پیشتر افلاس کا علاج ہونا لازمی ہے۔ اس لئے تمام جماعتوں کے مخلص لیڈروں سے میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جماعت کی توجہ سب سے پہلے مسلمانوں کے افلاس کو خود کوٹنے کی طرف مبذول فرمادیں۔ اور اپنی اپنی جماعت کے افراد کو نہایت سختی سے تنبیہ کر دیں کہ وہ بیکار نہ رہیں تجارت کریں اور تجارت اپنے ہاتھ میں رکھیں اپنے بھائی کے ہاتھ سے سودا خریدیں۔ اور اپنے بھائی کو فائدہ پہنچائیں۔ یہ چیز صرف عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کسی قسم کی شوشر اور بائیکاٹ سے یہ چیزیں نہیں ملا کر تیں۔ اور میرا ہمتا کسی ہمسایہ قوم سے عداوت کی چیلنج کو وسیع کرنا نہیں ہے میں کدو خیل انسان ہوں اور خیر خواہ ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ حاصل کرنا ضرورت حافی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ قومی مفاد میرے لئے نظر ہیں جس طرح ایک کٹر سنیہ و اپنی قوم کو نقصان پہنچا کر آزادی نہیں چاہتا اسی طرح ایسی آزادی اور حکومت پر نہیں ہزار بار اہانت بھیجتا ہوں جو میری قومیت اور مذہب اسلامی کو نقصان پہنچائے۔ آخر میں مسلمان لیڈروں سے میں پھر اپیل کر دیتا ہوں کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمانوں کی خدمت کا دل میں رد و کھتے ہیں تو مسلمانوں کی تجارت مسلمانوں کے قبضے میں کرنے کی کوشش کریں۔ اسی میں سیاسی موت و حیات کا راز پوشیدہ ہے۔

حقیقتِ توبہ

(از علامہ رحمت اللہ صاحب ارشد انسپکٹر تعلیمات بہاولپور)

نظامِ عالم کا فہم وار۔ دنیا بے بہت و بود کا آقا عالم
وجود میں تصرفات کا مالک خلیفۃ اللہ نے الارض کمال
الہیہ کا ظہور خدائی جلال و جمال کا مظہر انعم و اکمل۔
آدم علیہ السلام کو مراتبِ عالیہ پر فائز فرماتے ہوئے
جنات النعیم میں جگہ دی۔ اعتبارِ توبہ مراتبِ عالیہ
کب گوارا تھے۔ آدم علیہ السلام کی یہ نئی شان ان
کے لئے کیسے خوش کن واقع ہو سکتی تھی۔ اور
یہ رفعتِ مدارج کیسے خوش عقیدتی سے دیکھے
جاسکتے تھے۔ انہی حالات کے پیش نظر آخر انبیاء نے
آدم علیہ السلام کو بھیسٹانے کا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور
مسلمانوں کا طبقہ اچھی طرح سے واقف ہے کہ اس سبب
سے پہلے انسانی فطرت کے مدارج میں انقلاب رونما
ہوا اور آسمانی امتلا جنات سے نکلنے کی صورت
میں اور امتحانِ قدرتِ آدم وحواء کے درمیان افتراق
کی صحت میں بہو یا ہوا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ فطرتِ انسانی کی صحیح روی کے لئے صرف عقل ہی کافی
نہیں بلکہ جب تک اس راستہ میں آسمانی روشنی ہمراہ
نہو۔ اس وقت تک فطرت کی طبالیوں پر فائز ہونا
دستوار ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ ہم ابھی اس بحث کو

اگرچہ انسانی علوشان اور رفعتِ مراتب اس کا
مقتضی ہے کہ انسان اپنے ہر قول و فعل پر عمل میں ہر
حفاظ اور حقیقت سے نغزش سے محفوظ رہے۔ اور
گناہوں کی تاریکی اس اشرف المخلوقات کے قریب بھی
نہ چلے اور اس کی بصیرت ہمیشہ ہمیشہ اُسے
غلط روی سے باز رکھے۔ اس کی آنکھ اس کی ناک اس
کے کان اس کے ہاتھ اس کے پاؤں اس کے ظاہر ہی
عواص اس کے باطنی قوی اس کے قلبی تخیلات اس
کے دماغی تفکرات اور اس کی تمام تر طاقتیں حق شناسی
حق دانی حق بینی اور حق روی میں صرف ہوں اس
کے تمام اقوال و افعال اطاعت و القیاد کے مجھے ہوں
اور اس کے حالات و واقعات عالم ملکوتیہ کے متنا
و متشابہ ہوں مگر حقیقتہً تخلیق اور ضمیر فطرت کے
زاویہ نگاہ سے انسان کا خطا نسیان کی عمیق
گہرائیوں سے بچنا دشوار ہے۔ اور وہ صرف اپنے
دل و دماغ کے زور سے کبھی خطا و نسیان کی آڑ میں
سے نہیں بچ سکتا۔ انسان مرکبِ من
الخطا و النسیان۔
پہلے پہلے انسانی فطرت کا فہم و نسیان :-

ہیں چھپرتے کہ اس سارے ابتلا و امتحان کا مقصد کیا تھا۔ اور اس واقعہ کی زمیں کیا فلسفہ ضمیر تھا۔ غناش گر گویم جہاں برہم زخم
یہاں صرف اس قدر ثابت کرنا ضروری تھا کہ فطرت انسانی، توہیل و نیان کی تاریکیوں اور کلاشوں سے تبرا نہیں بلکہ لغزش صرف دائرہ امکان میں ہی نہیں بلکہ عالم وجود میں بھی کئی واقعات ہو گزرے ہیں۔ اور زمانہ کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ سیلسلہ بھی جاری و ساری ہے جو نہ تو منقطع ہوا اور نہ ہی انقطاع کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ کی ابتداء اسطی ابتداء عالم سے شروع ہوتی ہے اور اس کا آخری حلقہ انتہاء دنیا کے دامن سے وابستہ ہے یعنی دھوکے ساتھ ساتھ اس طریق کار کا اجراء بھی جاری ہے۔

جس طرح انسان خطا و نیان سے بری نہیں ٹھیک اسی طرح صحیح فطرت اور آزاد ضمیر توبہ کے نور سے بھی مقید ہے۔ سب سے پہلی انسانی فطرت رآدم عیسیٰ (سلام) کے حالات کا جائزہ لیجئے۔ تو ان وحشت کی روشنی میں ان کے سوانح عمری کا مطالعہ فرمائیے۔ ان کے واقعات کو قطع حیات کی کھٹی پریر کیجئے۔ تو صاف معلوم ہوگا کہ جہاں اس نے غبار کے مقاصد عزائم کو بار آور کیا اور اس کی یہ سادہ فطرتی ان کے خوش ہونے کا باعث ہوئی۔ اسی طرح بارگاہ قدسی میں اس کا رجوع اور حقیقی آقا کے آستان پر ٹھیک جانے سے انبار کے توفات خاک میں مل گئے

یہ نہیں کہ ذہیل و نیان سرزد ہوا اور پھر سچی کے عالم میں چین سے لیٹے رہے نہیں اور نہیں! وہ فطرت انسانی کا علمبردار تھا۔ حق و صداقت کا علمبردار تھا۔ ہدایت و رہبری کا علمبردار تھا۔ خدا کے قدوس کا اولوالعزم نبی تھا۔ جیسی اس کے شان کے بالکل خلاف تھی۔ امر الی کے خلاف ہوا اور اس کا ضمیر متنبیوں اور سچپنیوں کا گہوارہ بن گیا۔ قلبی تربت نے آرام و راحت نہ لینے دیا۔ اور فوراً دوبارہ تلافی یافت کرتے ہوئے اپنے حقیقی خالق کی آستان بوسی کی اور یہ بتائی وہ تنگ ملائی کو شان محبوبیت کو اور چار چاند لگ گئے اور انبار کو حکم ہوا۔ کہ

موتوا بخیطکم۔ مگر ہم سے

قیس پیدا ہوں تری محفل میں یہ ممکن نہیں تنگ ہے صحت ترا محفل ہے بے بسی تری
عصر حاضر کی روش :- ایک وہ زمانہ تھا کہ انسان امور شرعیہ کے خلاف اقدام کرتے ہی بتیاب و منطرب ہو جاتا تھا۔ راحت تو کیا استراحت کا جذبہ بھی مفقود ہو جاتا ہے اس کے دماغ کا شبانہ روز مشغله ہی ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی طرح قلب سے تاریکیوں کے پردہ کو اٹھا ڈھکیے اور ایسے لوث دامن کو صاف کر کے بزدلی دربار دربار میں نیاز حاصل کرے۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے عرصہ حیات کا ایک ایک قطعہ اسی میں صرف ہوتا تھا۔ کہ کسی طرح محب و محبوب کے درمیان حائل شدہ حجابوں کو بیکار کر سکے

۵ درخشش جنوں میں جبریل زبیل صیغے
 بزدل کبھنڈا اور لے جہمت مردانہ
 ان کا دل و دماغ اگر کسی چیز کی قدر کر سکتا ہے تو
 وہ صرف محارف و حقائق ہیں اور اگر کسی طرح ان
 کی تمنا میں اور آرزو میں با شرم ہو سکتی ہیں تو وہ حقیقی
 محبوب کا وصال ہے۔ لسان الحجب بیل شہیاد
 کی لا بالیانہ انداز اور قلندر کی شان طالع خطہ ہوسے
 لکڑاں نرک شیرازی بدست آرد دل مارا
 بخال ہندوشن چشم سمرقند و بخارا را
 قواب اگر سمرقند و بخارا کسی کے مجازی جلوہ کے
 ادلے سے التفات پر قربان کیا جاسکتا ہے تو
 پھر حقیقی آقا کی توجہ پر ان شہداء میں حقیقت کا
 کیا حشر ہوگا ۵

قیاس کن نہ گلستان میں بہار مرا
 میر کا میابی کیلئے تو یہ شرط ہے :- جب
 ہمارے اس سارے مضمون سے معلوم ہو گیا کہ
 فطرت انسانی کی جلوہ گری دہول و شبان سے
 محفوظ نہیں۔ اور پھر یہ بھی واضح ہو گیا کہ گناہ کی
 تاریکیوں کے باوجود مراتب عالیہ پر ایذا نا ممکن ہے
 جب تک کہ ساتھ ساتھ توبہ سے تلافی یافتہ نہ
 کرے تو یہ بھی بدیہی رنگ میں ثابت ہو گیا۔ کہ ہر ترقی
 اور ہر کامیابی کے لئے توبہ کا وجود بہت ضروری ہے
 اور جب تک توبہ نہ ہو اس وقت تک حالات اور
 واقعات سازگار نہیں ہو سکتے۔ اور کبھی دینی دنیاوی
 ترقی حوادث دہر سے محفوظ نہیں رہ سکتی جن تک

اور پھر دوبارہ قلب انسانی جو حقیقت میں عرش
 رحمانی ہے (قلب الانسان عرش الرحمن) محارف
 حقائق کی آماجگاہ و جائے پناہ ہو سکے۔ مگر آج
 ہمارے سامنے عصر حاضر کا رویہ ہے۔ اگر اس
 رویہ کا نگاہ حقیقت آشنا سے جائزہ لیا جائے
 اور انصاف و عدل سے قدیم و جدید اذہان کا
 موازنہ کیا جائے تو صریحاً اس نتیجہ پر پہنچا ہوگا کہ
 بے حسی کی فراوانی ہمارے سارے ماحول پر اثر
 انداز ہوئی ہے

وائے ناما می متابع کارواں جاتا رہا !
 کارواں کے دل سے احساس زبیاں جلتا رہا
 اب لازمی نتیجہ کیا ہوا کہ ان کچھ ذہنوں کی رفتار سے
 بے حسی ہمارے تمام ماحول پر اثر انداز ہوئے اور ہمارے
 سارے قلبی و دماغی تخلیقات اسی رنگ سے رنگ
 گئے دنیا و دین میں خبیث و خسران حاصل ہوا۔
 گناہ بھی مسلمانوں کے اندر وہی صحیح جذبہ پیدا ہو
 جائے جو انہیں مطلوب پر
 کرے تو آج بھی ان کے کجبت و اقبال کا ستارہ
 جو دنوں سے ان کے ساتھ قطع تعلقی کر چکا ہے پھر
 دوبارہ حلال کے آسمان پر شان و شوکت سے
 درخشاں نظر آئے گا۔ اور پھر یہ ہمارے آقا کے
 ارشادات پر عمل پیرا ہو کر ہفت اقلیم دنیا کے گوشے
 غائے جاسکتے ہیں۔ مرد مومن کی نگاہ حق میں اس
 دنیا سے ہفت اقلیم سے پر نہیں ہو سکی اور ان
 کی غلوہی اس تھوڑے سے سرمایہ پر قلعہ نہیں ہوتی

ایزوی تائید اور رحمانی طاقتیں انسان کا ساتھ نہ دیں۔
توبہ کی حقیقت : جب کثرت ذنوب و بد اعمالی کے سبب عابد و معبود، محب و محبوب کے درمیان حجاب حائل ہو جاتے ہیں توبہ وہ اپنے دل میں اُن لذات کو محسوس نہیں کرتا جن سے وہ بے حجابی کے اہام میں مخطوط ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے دل کے اندر نوارانیت کو مفقود پاتا ہے۔ اور اس وقت انسانی جسم کا با و نشاہ (قلب) اُس کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بد عملی کے باعث اُس کی صحیح فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ اور بد فعلی اُس کے مصطفیٰ قلب کو رنگ آلود کر دیتی ہے۔ مگر اسے اُس کے پہلے لذات عالم خواب کے واقعات کی مانند نہیں بلکہ صحیح طور پر گتے یاد رہتے ہیں۔ اور قدیم و جدید وجدانیات کا منظر اُس کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں اس کے دل میں مفقود خیر کے دوبارہ حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ تلاقی مانا اور حفظ و اتقادم کی صورت سوچتا ہے۔ اور وہ اُن طریقوں کو سوچنے لگتا ہے کہ وہ کسی طرح گذشتہ بد فعلی سے توبہ کرے۔ اور اپنی مستقبلہ زندگی میں حرم و احتیاط کو پیش نظر رکھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر وہ دوبارہ اسی جہنم سے ہمکنار ہو جائے اس خیال کے پیش نظر وہ منور القلوب اور ثواب رحم کے آستان قدسی نشان پر اپنا تسلیم کر دیتا ہے اور اپنے دل میں آئندہ کے لئے عہد کر لیتا ہے کہ وہ کبھی

ایسے مجرمانہ اقدام کا ارتکاب نہ کرے گا۔ اور اُس کی تمام آئندہ زندگی ایسی کج روی سے محفوظ رہے گی جس سے اس احساس۔ اسی تسلیم ختم کرنے اور آئندہ کے عہد کرنے کا نام توبہ ہے۔ توبہ کسی ایسے بیمار کا نام نہیں جو انسان کے لئے ناقابل برداشت و تحمل ہو۔

توبہ مسلمان کا شعار ہے :۔ ارباب عقول سے مخفی نہیں کہ مسلمان اقوام عالم کے لئے لیڈر کی حیثیت میں آیا ہے۔ اور دنیا کی صحیح رہنمائی اُس کا فرض اولین ہے۔ وہ اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے صراطِ مستقیم کی رہبری کا ذمہ دار ہے۔

کنتم خیاراۃ اخر حیت للناس
 عن الامام کہ یعنی اُمّت محمدیہ جیسی بھلی اُمّت کی تخلیق کا واحد منشأ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور پرابوں سے روکیں۔

توجہ قرآن کی رو سے اُمّتِ محمدیہ کی پیدائش کی غرض گمراہوں کی راہبری اور خالق و مخلوق کے ٹوٹے ہوئے رستہ کو جوڑنا ہے تو پھر اسکی ذات کے لئے ہدایت یافتہ ٹھہرنا بہت ضروری ٹھہریگا۔ کیونکہ صحیح

آنکہ خود گمراہ است کرا رہبری کند

جب تک ہادی خود راہِ مستقیم پر چلنے والا نہیں ہوگا تو پھر وہ کس طرح کسی دوسرے کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور جب تک اس کے دماغ کے اپنے دروازے وا نہیں ہونگے اور نا وقتیکہ وہ خود ہشیار نہیں ہوگا کس طرح وہ ہشیاری کا دلائل دے

سکتا ہے اور کس لائحۂ عمل کی نو سے وہ کسی دوسرے کو خطہ و رسول کے مرتب کردہ پروگرام پر کاربند رہنے کی تلقین کر سکتا ہے۔ ج۔

خفتہ راحفۃ کے گنبد مبارک

تو ضروری ہوا کہ وہ اپنا نقطہ نظر صحیح رکھے۔ اور اس کا نقطہ نظر کبھی صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ توبہ کو اپنا شعار نہ سمجھے۔ کیونکہ گردشِ افلاک ہزار طریقوں سے مانع ہوتی ہے۔ اور موانع کے انزال کے لئے توبہ کی از حد ضرورت ہے۔ پس آپ نے سمجھ لیا کہ توبہ مرموسلم کے ایمانیات کی ایک جزو ہے۔

قرآن کی روشنی میں توبہ کی اہمیت یہ تو

ظاہر ہے کہ خدائے قدوس کا جو حکم ہوگا وہ دینی دنیاوی مصالح پر مبنی ہوگا۔ اور وہ حکم ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ ہوگا جس سے قلوب ایمان و اذعان سے محروم ہو جائیں گے۔ اور انسان پھر سرورِ الہست کا ترانہ گاتا شروع کرے گی۔ بھر حال و حال سلیم اور فطرتِ صحیحہ وجد میں آئیگی۔ مومن کا قلب دماغِ قدوسی نشہ سے سراسر ہوگا۔ اور اپنے ادنیٰ سے کرشمہ سے انسانی عالم میں ایک انقلاب نمودار کر دے گا۔ پس سیدائے پھر سبحان ربی الاعلیٰ کا گیت اپنے لگ، جائیں گے۔ اب سنئے۔

یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ
توبۃ نصوصاً یعنی ایمان والو خدائے قدوس
کی طرف خالص توبہ سے رجوع کرو۔

باری تعالیٰ اس آیت میں ملحقہ الفاظ کے وابستگانِ دین سے نہ صرف توبہ کا مطالبہ فرماتے ہیں بلکہ توبہ کے ساتھ ساتھ تصوفاً خالص کے الفاظ بھی ملحق کئے گئے ہیں جن کے الحاق سے توبہ کی اہمیت ایک گونہ اور زیادہ تاکیدِ رنگ میں ظاہر ہوگئی۔ کیونکہ قادر علیہ الاطلاق کے دربار میں ایک عاجز مخلوق کی استدعا تب ہی قابلِ قبول اور لائقِ توجہ ہے جب اس کے ساتھ خلوص و جذبات کی پیشکش بھی ہو۔

دنیا کے شاہی دربار دیا اور دکھلا دے کے
اقوال و افعال سے متاثر ہو سکتے ہیں مگر علام الغیوب
کی درگاہ میں یہ مکر و فریب کب کارگر ہو سکتا ہے۔
وہاں تو اگر کسی چیز کی قیمت ہے تو وہ جذبات و
خلوص کی۔ وہاں دیا کاری اور ظاہر داری کا کیا کام۔
یہ طرح سازی انجانِ مخلوق کو دھوکہ دے سکتی ہے مگر
خالقِ حقیقی کے ہاں یہ بالکل بے قیمت و بے حقیقت
ہے اور بجائے اس کے کہ یہ توبہ راہی کا کوئی سبب
ہو سکے۔ اُلٹا وبال جان ثابت ہوگی۔ اس مکر و فریب
کی توبہ اس کی بد اعمالیوں میں ازیادی ہوگئی کیونکہ
ہوگی۔ پس توبہ کرتے وقت خلوص کی نگہداشت بھی
از بس ضروری ہے۔

دوسرے جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ

بمحبب التوابین و محبب المتطہرین یعنی
اللہ تعالیٰ زیادہ توبہ کرنے والے اور زیادہ طہارت
اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ جو
شخص کسی کی محبت میں خرافۃ پرور خفتِ حبس

اس کے دن رات پریشانیوں اور مبتلاؤں کا مجموعہ ہوں اور اُس کی نگاہ میں تمام کارخانہ عالم باز کچہ اطفال ہو ایک وہ ہو اور ایک محویت اس کے لئے اگر کوئی خوش کن چیز ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ کہ اس کی اپنے مطلوب تک رسائی ممکن ہو جائے۔ اور ان کے حضور میں شرفِ نیاز حاصل کرنے کا موقع مل جائے مگر دنیا میں سب سے زیادہ خوش قسمت انسان وہ ہے کہ جس کا مطلوب و محبوب اس کا چاہنے والا ہو جائے اور وہ اپنے محبوب کے جذبات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگ جائے۔ اور اُس کے تمام تخیلات شائستہ نگاہ سے دیکھے جائیں۔ اب قرآن کی اس آیت میں غور کرو۔ کہ خدائے قدوس توبہ کرنے والے اور طہارت کرنے والوں کے اعمال کو صرف قبول نہیں فرماتے بلکہ انہیں پسند فرماتے ہیں۔ تو پھر ایک مطلوب حقیقی کے محبوب اور محبوب بے مثل و مثال کے شہداء کی لئے کیا کم فخر ہے کہ مولیٰ اپنے عبد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے۔

خوارج کی عبادت کے ساتھ دماغی عبادت بھی بہت ضروری ہے :- اب دوسرا غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کو طہارت پر اور توبہ کو منتظر پر مقدم فرمایا ہے۔ معافی اور مہربانی کی روشنی میں بالکل واضح ہے کہ توبہ طہارت سے زیادہ اہم ہے کیونکہ توبہ کرنے سے قوتِ نظریہ کی تکمیل ہوتی ہے

اور طہارت حاصل کرنے سے قوتِ عملیہ مکمل ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تخلیق انسانی کی سب سے پہلی غرض قوتِ نظریہ کی تکمیل ہے۔ کیونکہ اسی قوتِ نظریہ کی تکمیل سے انسانی مدارج کا عروج ہوتا ہے اور جب تک یہ مکمل نہ ہو اُس وقت تک انسانی اعمال (قوتِ عملیہ) بالکل بے معنی اور عبث ہیں۔ کیونکہ اعمال ایمان و یقین کی فروغ سے ہیں تا وقتیکہ یہ اصل اصول صحیح لائحۂ عمل کی رو سے مرتب و منظم نہ ہو۔ اُس وقت تک فطرت انسانی کے مواقع پر ارتقاء کیسے ممکن ہے

قوتِ نظریہ کی تکمیل کا نام "ولایت" ہے
قرآن جائے آقاؐ نے نامدار کے ہر ایک ارشاد پر جس ارشاد کی ہر شق سے نہراںوں شکلات کا فیصلہ ہوتا ہے اور لاکھوں جھگڑوں کا حل ہوتا ہے۔

۵

جو فلسفیوں سے عمل نہ ہوا اور نقطہ دروں سے کھل نہ سکا اُس راز کو کھلی واسلے نے فرمایا چند اشاروں میں صحیح حدیث میں ہے کہ عبد نوافل کے ذریعہ قدسی بارگاہ سے اس قدر قرب حاصل کر لیتا ہے کہ اس کے کان آئیکھ قدسی بارگاہ سے سنتے اور اسی یزدانی حلال سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے

ہر کہ سپید میشود از دُورِ پندِ ارم توئی
ان مستانوں کے حواس اس قدر آلائشوں سے پاک ہو جاتے ہیں کہ ہر وقت مشاہدہ حقیقت میں

منہم کہ رہتے ہیں اور یہی مشاہدہ اُن کی زندگی کا بہترین مشغلہ ہو جاتا ہے۔

تو اب غور طلب امر یہ ہے کہ قوت نظریہ کی تکمیل کن کن مراتب پر معزز کرتی ہے۔ سو یہ واضح ہو گیا کہ سائے ہمال (قوت تعلیم) کی تکمیل قوت نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے اور قوت نظریہ کی تکمیل کا نام ولایت و قرب الہی ہے۔ تو اب نتیجہ کے طور پر ثابت ہو گیا کہ توبہ کو نہ صرف فطرت انسانی کے مکمل کرنے میں دخل ہے بلکہ توبہ کے بغیر قرب الہی ناممکن الحاصل ہے۔ غابغیر یا اولی الا بصار۔

حدیث کی روشنی میں توبہ کی اہمیت:-

خدا نے قدوس کے کسی کام کو مستحیث نہیں دی جاسکتی۔ اور ان کے کسی کام کو عالم مثال میں مثل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن کلام الہی اور اسرار قدرت کو انسانی دماغ میں لانے کے سبب تمثیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ یہ دقیق مطالب آسانی سے سمجھے جاسکیں۔ اور نہایت ہی سہل طریق سے ان حقائق کو حاصل کیا جاسکے۔ کیونکہ انسانی دماغ کو جب تک مادی دنیا کی مثالیں دے کر نہ سمجھا یا جائے اُس وقت تک وہ عالم قدس کے اسرار سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور وہ کبھی قدرت کے رازوں کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا اسی ہماری تمہید کو سامنے رکھ کر آفائے نادار کے حسب ذیل فرمودہ پر غور کرو:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَرِحَ بِنُبُوَّةِ الْعَبْدِ الْهَوَمَنِ

رجل نزل فی ارض دویة مملکة معه ساحلته علیها طعامه وشرابه فوضع رأسه فنام نومة فاستيقظ فقد ذهبست ساحلته فطلبها حتى اذا اشتد علیه المحر والحطش او ما شاء الله قال ارجع الی مکانی الذی کنت فیہ فانام حتی اموت فوضع رأسه علی ساعده لیموت فاستيقظ فاذا ساحلته عنده علیها نراة وشرابه قال الله تعالی اشد فرحاً بنوبة العبد المؤمن من هذا براحلته و فی یخض الا لفاظ فقال من شدک فرحه اذا اساد شکرا الله اناس ربک وانت عبدی (الحیاء العلوم)

ترجمہ:-۔۔ عبد مومن کی باخلوں توبہ سے اللہ تعالیٰ یقیناً اُس انسان سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ جو ایک ایسی زمین میں اتر جس کے دشت و صحرا فراخ اور مہلک ہیں اور اُس کے ساتھ اپنی سواری بھی تھی جس پر اُس نے اپنا زور اور راہ پائی اور طعام لاؤ رکھا تھا۔ اپنے سر کو زمین پر رکھا اور نیند آگئی۔ چھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی۔ تو سواری ندارد۔ پریشانی کے عالم میں اس کی تلاش کی جب تلاش کرتے کرتے جھک اور پیاس کا غلبہ ہوا تو قصد کر لیا کہ اب اُسی مکان پر جا کر آؤں اور مر جاؤں پس یہی ارادہ کے مطابق وہ

اپنے نازل ہوتا ہے تو پھر بہت ضروری ٹھہرا۔ کہ انسان کو جس جہنم کجہ سے جلد رہائی حاصل کرے اور اس غلابیہ دہلی سے جلد رہائی پائے۔ اسی لئے اُن حضرت صلعم نے فرمایا کہ عجیبا التوبۃ قبل الموت۔ کہ انسان اپنے عرصہ حیات کے فتح سے بے خبر ہے اور وہ اختتام زندگی سے لاعلم ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ کب اور کس وقت میرے حواس جواب دیتے ہیں۔ اور کس وقت میرے جسم و روح میں افتراق وارد ہوتا ہے اس لئے بہت ضروری ہے کہ نہایت ہوشیاری سے کام لے اور بہت جلدی اپنے خالق حقیقی کے سامنے گھبک کر اپنی خطائیں معاف کرالے تاکہ پھر وہ حقیقت سے بے غم ہوں سے محفوظ ہو سکے۔

ربنا لا تخذنا ان نصینا او اخطانا
ربنا ولا تجعل علینا اصرًا حملته علی
الذین من قبلنا ربنا ولا تجعلنا
ملا طاقۃ لنا به و اعف عنا و اغفر لنا
و ارحمنا انت مولینا فانصرنا علی
القوم الکافرین و

شمس الاسلام

کی توسیع اشاعت فرمانا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ رسالہ محض دین حقہ کی تبلیغ کی غرض سے جاری ہے۔ لہذا ہر قسم کی امداد و فراہم اپنے فرض ہی سکونش ہو

اپنے مکان پر آیا۔ یاس و حرمان کے سبب اپنے ہاتھ پر سر رکھا اور سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھا کہ ساری اپنے ساز و سامان اور زادِ راہ کے ساتھ موجود ہے۔ پس شدت بے حد و فرحت کے باعث گواہ کا نوازی قائم نہ رہ سکا۔ اور اپنے خدا کا شکر کرتے ہوئے کہہ ٹھا کہ اے خدا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں (حالانکہ کہنا بالکس تھا) تو خدا نے قدوس اپنے بندہ کی توبہ سے اس انسان سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ انتھہ

اب باب علم و بصیرت اخاذہ فرما سکتے ہیں کہ خالق و مخلوق کی حقیقت شناسی کی کس قدر فرحت ہے۔ مگر یہ ہونا تو پھر کیوں اپنے محبوب رسول کو تکالیف و مصائب اٹھانے کا موقعہ دیتا۔ لیکن حارا تمہید کے نصب العین سے یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ان الفاظ میں مادی دنیا کے ساتھ تھپیہ صرف انسانی دل و دماغ کی آسانی چھپا کرنے اور گھٹانے کے لئے ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھلا ہے جیسی خوشی و غم سے پاک ہیں۔

تو بیک بچیل ضروری ہے۔ اب آپ کو یہ تو ٹھیک طور سے پتہ چل گیا اور صاف صاف معلوم ہو گیا کہ گناہ کی تار یکساں فطرت انسانی پر پردہ ڈال دیتی اور ڈھانپ لیتی ہیں۔ اور جس مقصود کے پیش نظر انسان عالم وجود میں جلوہ گر ہوا وہ مقصود نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو جب بد اعمالی کے سبب خدا کا غضب ان پر نازل

”چھوت چھات مسلمان“

(ماہر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب بھیروی)

زبردست فائدہ بھی رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کی تجارت ان کے قبضہ میں آج تک محفوظ رہی آتی ہے اس کے علاوہ دوسری قوموں کی تجارت پر بھی اسی وجہ سے بہت کچھ عادی ہو گئے ہیں بعد رفتہ رفتہ سوتے چلے جا رہے ہیں۔ بلجستہ وہ آنے والے سے تجارت شروع کر کے کچ لاکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے ہیں اور جو قوم مالدار ہوتی ہے وہ سیاسی بلجی معاشرتی ادبی غرضیکہ ہر ایک اعتبار سے ترقی پذیر بھی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آج ہمارے ہندو بھائی حکومت کی مشین کے ضروری پرزے سے شمار کئے جاتے ہیں اور تمام تجارتی سندھیلوں میں ان کے ساتھ اکثر اکثر عمل کے بغیر تجارت کرنا محال بلکہ ناممکن تصور کیا جاتا ہے یہ ترقی ان کے لئے زیادہ ہے۔ ان کو اسی سے نیا دہ ترقی کرنا چاہیے۔ میں ان کی معاشرتی اور اقتصادی ترقی دیکھ کر خوش ہوں۔ ان کے اس اتفاق سے مجھے مسرت ہے اور انہی کی مثال پیش کر کے میں اپنی خفہ قوم کو بھی جھجھور اور جھجھور کر چکا نا چاہتا ہوں۔ اور چکا کر چھینا جاتا ہوں کہ آخر یہ تمہاری خواب خاکش کب تک؟ آخر تمہاری تجارت سے لاپرواہی تا بے؟ خود تجارت کرنا سیکھو اور اپنے

ہندوؤں میں چھوت چھات کا مسئلہ بہت قدیم سے چلا آتا ہے۔ حقیقتاً یہ مسئلہ اس زمانے کی سیاسیات یا فوجی تقسیم کے مات رکھا گیا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ مقصود نہ تھا لیکن جوں جوں زمانہ بدلتا گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ سیاسی تقسیم بھی بدلتی گئی۔ اور اب تقریباً ایک صدی پیشتر سے جبکہ ہندوستانی تخت انگریزوں کے ہاتھ میں پہنچا۔ تو یہ مسئلہ بجائے سیاسی ہونے کے خالص ذمی صورت اختیار کر گیا۔ اور وہی چار فریق جو سیاسی لحاظ سے رکھے گئے تھے چار زبردست مذہبی گروہ بن گئے جس کی وجہ سے ان کو سمجھنا مشکل امر ہو گیا اور وہی چیز جو دوسرے جملہ آدموں سے بچاؤ کی غرض سے رواج پذیر ہوئی تھی خود ان کی قوم میں اتفاق کا باعث بنی۔ خیر یہ تو ان کا ذاتی معاملہ ہے جس سے ہم کو کوئی کجبت نہیں ہے۔ ہمارے لئے نظر اس وقت صرف چھوت چھات کے دو مختلف پہلو ہیں۔ ایک چھوت چھات کا روشن پہلو اور دوسرا تاریک روشن پہلو کو لیتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چھوت چھات کا مسئلہ موجودہ زمانے میں بچکر اپنے اندر ہندوؤں عید کے ماسوا ہندوؤں خیلے ایک

زبردست مضبوط کیا ہے۔ اسی طرح مسلمان ہونے کی حیثیت میں مسلمان کو بھی اس پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ یہ تو ہے چھوٹ چھات چھان کا روشن پہلو جس کی بدولت وہ ہندو جو مسلمان کا آج تک غلام رہا ہے آج اسی مسئلے کی بدولت ایک مالدار اور عظیم بااختیار انسان بن گیا ہے۔ دولت ہونے سے تعلیم حاصل کر لی جاتی ہے۔ تعلیم ہو جائے تو کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔ ہندو کے پاس دولت بھی ہے اور تعلیم یافتہ انسان بھی ہے۔ برخلاف ان مسلمان کے پاس کیا ہے؟ دولت نہیں رہی اس وجہ سے کسی تجارت کے کرنے کے قابل نہیں رہا۔ فردوری مشکل تمام کر رہے اپنی اولاد کو تعلیم تک نہیں دے سکتے۔ جب تعلیم نہیں آنتھائی جہالت ہے تو خانہ جنگی اور قبیحہ عادات وغیرہ کا موٹا لازمی ہے۔ اور ترقی کے تمام مارج کا مسدود ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس کے عکس ہندو جو بڑھٹ، چینی، آریہ سماج، سمانن دھرمی یا اور کسی گروہ یا کسی خیال کے ہوں۔ آپس میں گولڑیں گے جھگڑائیں گے مگر دوسروں کے معاملے میں وہ سب ہندو ہیں۔ اور ایک خیال کے ہندو ہیں۔ یہ چیز صرف تعلیم کی بدولت ہے۔ یہی ان کی ایک جہتی ان کو باہم ترقی پر لے جاتی ہے۔ لیکن یہ تمام چیزیں ان کو حقیقت چھوٹ چھات کرنے کی وجہ سے ملی ہیں۔ اگر ان میں چھوٹ چھات کا مسئلہ نہ ہوتا۔ تو وہ اپنی تجارت اپنے قابو میں نہ رکھ سکتے۔ تجارت جب ان کے پاس نہ ہوتی تو دولت نہ

بھائیوں کو تجارت کرنے میں ارادہ دو۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ تجارتی لحاظ سے ہم ہندو بھائیوں سے بے نیاز ہو کر تجارت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اپنی تجارت اپنے قبضے میں کرنے سے میرا یہ منشاء ہے کہ برادران وطن سے بگاڑ کر باسوشل بائیکاٹ کر کے تجارت کو سنبھالا جائے۔ بلکہ میرا منشاء صرف یہ ہے کہ جس طرح ہمارے ہندو دوست اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہمیشہ سودا سلف ہندو دکانداروں سے خریدتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی سودا سلف خریدتے وقت مسلمان دکانداروں کا ہمیشہ خیال رکھیں۔ بلکہ جو سودا مسلمان دکاندار سے نہ لے سکے وہ ہندو سے لینے میں تامل نہ کریں۔ کیونکہ وہ ہمارے وطن بھائی ہیں۔ ان کے بغیر ہمارا اور ہمارے بغیر ان کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ نیز جس طرح مسلمان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز کو ہندو جس ناپاک سمجھ کر کھانا تو دیکھنا رکھنا تک بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ اپنے بھائی کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز کو لے کر کھائے۔ لیکن آپس میں منافرت پھیل کر اگر یہ مقصد حاصل ہوتا تو ہم کو بگڑ بگڑا اس فائدے کو چھال کرنے کی جرأت نہ کرنی چاہیے ہاں ہندو وطن کی طرح قوم کے تسمیری پہلو کے ماتحت اگر ہمیں چھوٹ چھات بھی کام لینا پڑے تو اس سے کسی وجہ سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ جس طرح ہندوؤں نے چھوٹ چھات جیسی سیاسی تحریک کو نہ ہی رنگ دے کر قومیت کی جڑوں کو

ہوتی علم نہ ہوتا یکجہتی اور سمجھ داری کا مادہ نہ ہوتا۔ یہ تمام چیزیں نہ تو تیں تو آج وہ قومیت جو متحد و دل بنائی ہے سرگز سرگز نہ بنا سکتے۔

غافل مسلمان اٹھ۔ اپنی تجارت اپنے قبضے میں کر اسی میں موت و زبیت کا لازم ضرر ہے۔ کل تک ہندو بنیے پر تو پھبتیاں اڑا کر رہا تھا۔ خدا آج اس بنیے کے مقت بلے میں اپنی حالت زار کا ملاحظہ کر۔ وہ بنیا آج بنیے پن کی وجہ سے قلمدان وزارت سنبھال چکا ہے اور کل خدا جانے کیا کیا سنبھال لیکا۔ بہادر ملتان بیشک میدان کارزار کا ایک زبردست مجاہد ہے لیکن جہاد کرنے کے لئے دولت اور عقل ہر دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ دولت کما۔

علم سیکھ۔ دماغی قوتی کو جلا لے عقل پیدا کر تو پھر تیرا جہاد کرنا حقیقت جہاد کرنا ہوگا۔ ورنہ سمجھ لے کہ تاریخ میں تیرا نام کابل جابل اور اسی قسم کے بڑے الفاظ سے لکھا جائیگا۔ ایسا منحوس وقت آنے سے پہلے اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہو جا ہندو سے لڑنا تجھے زیبا نہیں۔ دوسرے کی ترقی کو دیکھ کر کھسیانا بھلے آدمیوں کا کام نہیں ہے اٹھ اور خود ترقی کی طرف قدم بڑھا۔ اپنے اندر اصلاحی قوتیں پیدا کر اپنے عیوب اور خرابیوں کو دور کر۔ اپنے نقائص کو اپنی قوم سے نکال۔ خود تعلیم حاصل کر اور اپنے بچوں کو تعلیم دے۔ اپنے عزیز و اقارب اپنے محلے اور شہر واول کو تعلیم کی رغبت دلا۔ لیکن یہ سب کچھ بھی ہو سکتا ہے جب کہ

تیرے پاس سرمایہ ہو۔ خود سرمایہ پیدا کر اور اپنے سرمائے سے اپنے بھائی کو فیض پہنچا کر مالدار بنادے سودا سلف مسلمان سے خرید اور دوسروں کو مسلمان سے خریدنے کی ترغیب دلا۔ قوم کی حقیقی زندگی کا راز یہی ہے۔ خدا را اپنے مذاق کو بدلے اور اپنے ساتھ اپنے لیڈروں کے مذاق کو بھی بدلے تمہارے لیڈر کہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کوشاں ہیں۔ کاش کہ وہ تمہاری ترقی کے حقیقی راز کو پا چکے ہوتے اور اس پر عمل کرتے۔ یوں تو کہنے کو مسلمانوں کی ہندوستان میں سینکڑوں جماعتیں ہیں۔ اور سر پھٹول کرانے کے لئے طرح طرح کے اغراض و مقاصد ہیں۔ میں ان جماعتوں کے لیڈروں سے دیانت داری سے یہ بات پوچھتا ہوں کہ قوم کو تباہی سے بچانے کے لئے سرمائے سے بڑھ کر دنیا میں کونسی چیز ہو سکتی ہے؟

لگاس کا جواب نفی میں ہے تو پھر میں بعد ادب پوچھتا ہوں کہ ان لیڈروں نے قوم کے افراد کی مالی حالت کو درست کرنے کے لئے اپنی جماعت میں کیا لائحہ عمل رکھا ہے۔ بڑی بڑی جماعتیں جماعتوں کے پلیٹ فارموں پر دھواں دھار تقاریر کرنے والے لیڈر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ جو قوم بھوک کی شدت کی وجہ سے موصوم تھے کی طرح بک بک کر رہی ہے اس بد بخت قوم کے لئے آپ نے ان تقاریر میں کیا کیا کہا ہے؟ (بقیہ مضمون ص ۷ پر)

تاریخ و عبرت اور باطنی کا مقابلہ

عزیزہ موتہ میں تین ہزار مجاہدین اسلام کا جوش و خروش

(حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی مرحوم و مغفور)

اپنا جان و مال سب کچھ بیچ چکے ہیں مگر ظاہری حالت ابھی
بے سرو سامانی کو دیکھتے تو بسیدہ کھڑے ہیں۔ بجلی کو
کاٹ کر رکھ دینے والی تلوار کیا پھٹی پرانی کپڑے کی نیاموں
میں گھسی ہوئی ہیں اور فاقہ کشی کے آثار چہروں سے نمایاں
ہیں مگر جہاد کو جا رہے ہیں اور عالم بخودی میں کہہ
رہے ہیں ۵

قتل ہونگے تیری خاطر سے خوشی اس کی ہے

آج اترائے ہوئے پھرتے ہیں مرنے والے

آخر یہ جا کہاں رہے ہیں؟ وہ دیکھنا فرشتے بھی
تو ان کے پہلو پہلو شریک شہید ہونے کے لئے پر
تول رہے ہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ بھی فرما رہے ہیں
ان اللہ مع المؤمنین۔

عرب کا ایک مشہور عیسائی سردار شہر جبل بن
عمرو غانی تھا۔ جو رومی سلطنت کے ماتحت شام کے
ایک حصہ پر حکومت و فرمانمائی کر رہا تھا۔ جمادی
الاول ۱۱۸۷ھ میں جب حضور سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم نے سلاطین و امرا کو اسلام کے دعوتی خطوط
ارسال فرمائے تو حارث بن عمرو کو دعوت اسلام

دریہ منورہ میں ایک خاص جوش و خروش پایا جا
رہا ہے ہر گلی کوچہ میں مسلمان مسلح نظر آ رہے ہیں ہر
شخص نشہ و نافتحا سے جھوم رہا ہے انکے مبارک
چہروں پر ایک قدتی رعب و جلال ہے۔ ان کے لبوں
پر ایک فردوسی تبسم کھیل رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم بھی مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں جلیل القدر
صحابہ کرام کھاس طرح گھیرے ہوئے ہیں جیسے شمع
کو پروانے مسجد نبوی سے باہر نہاروں مجاہدین سرکف
تیار ہیں جن کے دجانی دم خم اور بگڑے ہوئے قبور
سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے اگر تیر بھی آجائے
تو اسے بھاڑ کر رکھ دیں۔ چلو بھی مقابل ہو تو اس کا
کلہ جیر ڈالیں۔ اور ہار بھی آگے آئے تو اس سے پس کر
سرمہ کر دیں۔ کیوں نہ ہو۔ یہ پاد کے فاتح ہیں۔ اٹھ کا
میدان دیکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے عزیزہ خندق میں
پورے عرب کا مقابلہ کر کے دکھا دیا تھا۔ بے شک ۵
اکیسے ساری دنیا سے لڑ سکتے ہیں۔ کس کی طاقت ہے
ہم ان کے سامنے آئے۔ یہ اللہ والے اور محمد صلی اللہ
اللہ کے فدائی ہیں۔ یہ حضور کے دست مقدس پر

کا خط نئے کر شرجیل بن عمرو کے پاس بھیجا یہ خط لے ہوئے جا رہے تھے کہ بیت المقدس سے کوئی دو منبر لے کے فاصلہ پر مقام موتہ میں اتفاقاً حضرت حارث کی شرجیل بن عمرو سے ملاقات ہو گئی۔ خط کے منظر سے آگاہ ہو کر اس فیروز مہراج سردار میں ضبط و تحمل کی کہاں طاقت تھی حضرت حارث کو شہید کر ڈالا۔ اور وہ گویا زبان کہتے ہوئے جنت کو سداے جان دی دی ہوئی خدا کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو سخت صدمہ ہوا۔ اور آپ نے قصاص لینے کا تہیہ کر لیا یعنی حضرت شرجیل بن عمرو نے دین قیم کی دعوت کو چھڑا کر اور حضرت حارث کو شہید کر کے اسلامی گواہ کو دعوت دی کہ وہ آئے۔ اور میرے گھنڈہ کو خاک میں ملا کر رکھ دے۔ اسی واسطے مسلمانوں کے اندر اور باہر مجاہدین جمع ہیں۔ اور شام کی طرف روانہ ہونے کے لئے بنقرہ نظر آتے ہیں۔ سرفروں مجاہدین کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے فرمایا۔ تم پر زید بن حارث علمبردار مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ شہید ہوں تو جعفر بن ابی طالب میرے نائبے جائیں۔ یہ بھیجے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں۔ اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو سلمان اپنے میں سے جسے چاہیں امیر بنالیں۔

یہ زید بن حارث کون تھے بھلا، مگر ایسے غلام کہ ان کی غلامی پر اگر سخت و ظہیم کی بادشاہی بھی قربان کر دی جائے تو ان کی عظمت و شان اس حق ادا نہیں ہو سکتا۔ حضرت جعفر نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ

مجھے امید نہ تھی کہ حضور زید بن حارث کو مجھ پر امیر مقرر فرمائیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جعفر! تم اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں کیا خبر کہ تمہاری بہتری کس باب میں ہے؟ یعنی تمہیں کیا معلوم کہ اس ادارت میں کوئی حکمت اور اسلامی روح کام کر رہی ہے۔ حضرت جعفر نے سر اطاعت غم کر دیا اور ایک غلام کی غلامی پر بدل و جان رضا مند ہو گئے۔

آج دنیا میں جمہوریت و مساوات کا غلبہ ہے۔ اور چودہویں صدی کا مہذب انسان سائیس کے پروں پر نیز رفتار کے ساتھ اڑا جا رہا ہے لیکن احوال بلندی کی اس چوٹی پر ابھی نہیں پہنچا جہاں انسانیت کبریٰ کے ڈنکے بجتے ہیں۔ اور جہاں اسلام لے جانا چاہتا ہے۔ ذرا غور کرو آج سے کئی صدیاں پیشتر ایک ریگستانی جزیرے کا باشندہ پھر ان پڑھ، نیم بے سوسلمان، جس کا وادے ہر طرف سے دشمنوں کے چھوڑے ہوئے کھمبوں میں گھرا ہوا تھا۔ مساوات کا ایسا منظر دکھا جائے اور ایک ایسا اصول پیش کر جائے جس کی دوس کو بھی ہوا سنائیں گی۔ اللہ اللہ اسلامی مساوات کا کیسا فائدہ دار اور انسانیت خواہ منظر ہے کہ ایک عظیم و جلیل غلام کے جھنڈے کے نیچے بڑے بڑے جلیل القدر حکام کی جمع ہیں۔

مخبر تین ہزار مجاہدین ایک لاکھ کی کثرت و طاقت کا سرچر کو مقابلہ کرنے چلے ہیں۔ سارا دنیا انہیں فی امان اللہ کہنے کے لئے جمع ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک سفید علم بنا کر حضرت زید کو عنایت فرمایا اور نہایت فراموشی زید! اقبال حارث بن عبید میں پہنچ کر سب سے پہلے وہاں کے باشندوں

کو دینِ قیم کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو
فی الواقعہ مقصود صمدِ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بھروسے
پر ان سے لڑنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ دربار
کی گھاٹی تک خطمت فرمائیے خود تشریف لے گئے۔
وہاں بچکر زیکو مزید ہدایت و تلقین فرمائی۔ زید! میں
تمہیں اور تمہارے ساتھی مسلمانوں کو تقویٰ اور نیکی کی
ہدایت کرنا ہوں۔ خدا کا نام لے کر مسکنِ خدا سے راہِ خدا
میں لڑنا، بے وفائی اور خیانت نہ کرنا۔ بچے۔ عورت۔
شیخ فانی، رامبہادر خانقاہ نشین کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار
درخت نہ کاٹنا۔ اور مکان نہ دھنا۔

منصب دنیا اسلام کی امن پسندی و صلح کو نشی کو توار کا
طعنہ دیتی ہے مگر یہ نہیں سمجھتی کہ اسلام سے پہلے دنیا میں
کوئی فوجی نظام ہی نہ تھا۔ اس وقت کی جنگیں جنت
و بریت کا ایک پر لٹا کہ منظر سوتی تھیں بالآخر نبی رحمت
نے دنیا میں اگر فوجی نظام قائم کیا۔ اور امن پسندی اور صلح
کو نشی کے وہ وہ اصول قائم کئے جن سے اسلام کا سیر
غزور آسمان سے طے کر رہا ہے۔

مذکورہ بالا ہدایات سے اسلام کی امن پسندی کا
بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جب غازیان اسلام دوسرے صحابہ سے رخصت
ہونے لگے، صحابہ نے بلند آواز سے یہ دعا پڑھنا شروع کی۔
”یومہم اللہ عنک یہود کہہ رہا کہ میں خاندین“
اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں سے بچائے اور سالم و خاتم دس
لائے یہ سن کر تمام مجاہدین نے آمین کہا، لیکن حضرت

عبداللہ بن رواحہ نے بجائے آمین کے کہا۔ ”مگر میں تو
خدا سے مغفرت اور ایسے کتنا وہ زخم کی دعا مانگتا
ہوں۔ جو کسی خون کے پاس سے کے ہاتھ میں آجے۔ اور
وہ ایسا وار کرے کہ ہاتھ کے باہر ہو جائے۔ ہاتھ نکلتے
روگ میری قبر سے نکلیں تو کہیں غلبہ نشین غارتی کا
شباباش خوب کام کیا“

یہ ہے وہ جادوی سپرٹ اور دولہ جال۔ سپاہی
جس نے صحابہ کو دارین میں فائز المرم و شاد کام کیا۔ اور
جس کے نقول سے ہمدنیل غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔
ذرا ان اللہ فالوں کی بے جگری، غم و دھت اور ولولہ
حق کا اندازہ لگاؤ کہ عرب کا ملک ہے اچیل میدان۔
چھلکتی دھوپ جلتی ریت، گرم ہوا اور خطائیں ٹپنے
والی لوہا ہے۔ مگر حق کی راہ میں مرنے والے ان تمام
چیزوں سے غافل و بے پرواہ ہیں۔ نشہ جہاد میں چور
چلے جا رہے ہیں۔ ایسی ایتار پیشہ اور منوروش قوم دنیا
میں کیوں نہ کامیاب ہوتی۔ اعدائیوں نہ مغرور آسمان ان
کے قدم چومتا۔ چودھویں صدی کا مسلمان رونہا ہے کہ
اس کا تخت و تاج چھین گیا۔ اس کی عظمت و شوکت خاک
میں مل گئی۔ وہ انبار و اجانب کا دست نگر ہو گیا۔ افلاس
نے اس کی قومیت کی بنیادیں ہلا دیں اور بزدلی و بے
سروسامانی اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ اس رونے والے
سے کوئی کہے۔ حق رونے کی کیا بات ہے۔ تیرے ساتھ
شاہراہ ترقی کھلی ہوئی ہے۔ اپنے اندر صحابہ جیسی دنیاداری
غرم و توکل اور روح ایتار و قربانی حاصل کرے
اور تخت و تاج کا مالک بن جائے۔

سلطوت و اقبال و دولت نصرت و فتح و ظفر
اسکی لوگ گفتگو کے ہیں اک اشارہ پر نشان
آفتاب اپنی منزل پر پہنچ کر کوئلہ مغرب میں جا چھپا ،
شام کی سیاہی نے ابھی دنیا پر پوری طرح اپنا تسلط
بھی نہ جما تھا کہ آسمان کے ستارے اپنی تنگ بانی
لئے ہوتے جگمگانے لگے ۔ ایک طرف آسمان کے
ستارے تھے ۔ دوسری طرف یہ زمین کے ستارے
غازیان اسلام تھے جن کی روشن پیشانیاں آسمان کے
ستاروں کو شرمنازیں تھیں ۔ اس چشمک زنی کا نظارہ کرنے
کے لئے چاند بھی شوقِ دل لئے ہرے درپے فلک سے
نکل آیا ۔ اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین کے نورانی چہروں کا
نظارہ کرنے لگا ۔

مجاہدین خدا کی حمد و ثناء کے گیت گاتے اور
خدا سے ملنے کی بیابان تمنائیں لئے ہوئے چلے جا
ہے تھے ۔ ایک وسیع اور مہول میدان میں پہنچ کر حضرت
زید بن حارثہ نے حضرت جعفر سے کہا ۔ تقریباً تھائی
رات جا چکی ہے ۔ اب کچھ آرام بھی کرنا چاہیے ۔ مجھے
قیام کے لئے یہ جگہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے ۔ میرے
خیال میں مجاہدین کو حکم دے دیا جائے کہ وہ ہمیں
قیام کریں ۔ حضرت جعفر نے کہا ۔ میں آپ کی رائے سے
انتظامیہ راز ہوں ۔ نماز عشا بھی پڑھنی ہے ۔ ناشی قیام کے
لئے یہ جگہ نہایت موزوں معلوم ہوتی ہے ۔
حضرت عبداللہ بن رواحہ نے بھی اس تجویز سے
اتفاق کیا ۔ قیام کا معاملہ ایک معمولی بات تھی ۔ حضرت
زید و پیارے اسے قیام کا حکم دے سکتے تھے مگر

اسلامی احکام کی پابندی ملاحظہ فرمائیے ۔ کہ اس معمولی بات
میں بھی اپنے سبب تھکاوٹ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا ۔
بالآخر حضرت زید نے اسلامی لشکر کو قیام کا حکم دیا
اور مجاہدین نے گھوڑے روک کر اپنی کمزری کھول دیں
دوسرے دن ان حضرات کے صفتِ ملہ میں ایک
لاکھ عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر پر جا کے گھرا ہوا تھا ۔
(بقاعدہ انقلاب اسلامی نظام کو اسلام جاننے والے انجمنی
مترتب کر سکتے ہیں کیا یہ کام ہماری محترم رہنما سہارا افتخار
حسین خان انجام دیں گے ؟ اس لئے انہیں شرفی پنجاب سے
کھینچ کر کوئی پنجاب کی نمائندگی کے لئے لایا گیا ہے یا کارل کس
کا کوئی چھپا ہوا عقیدت کیش صحاح ستہ کا نفاذ یا گورکھ سنگھ
یا فتنہ لکھنؤ کی آگ کو تقویت پہنچانیا لا انوت نواز آئین بنا
سکیگا ؟ ہمارے دستاورد کریں ۔ اور غور کرنے کے بعد بتائیں جو
وعدہ کیا گیا تھا ۔ ایسا نئے وعدہ کا کوئی سطر لفظ اختیار کیا گیا ۔ ہم
صاف بتا دیتے ہیں کہ پنجاب کا مسلمان اتحاد فراوانش نہیں کہ
پاکستان کے نام پر ہادی نظام حکمرانی قبول کرے اور اسلام کے
پیالے سے مادیات کا زہر اب پینے لگے ۔ اگر اسلام کے فرزند
پاکستان نہ سکتے ہیں تو پاکستان کو غیر اسلامی لین سے محفوظ
رکھنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ مگر مرکزی پارلیمنٹری بورڈ
کو پاکستانی لے اور پی خود غرضانہ لیڈری کی دکان چکانے والے عہدہ
انحراف میں جاتے ہیں تو کوئی نظام نمائش کرنے میں شیعہ اور اہل حد
عالم کی نمائندہ مجلس کے پیش کریں جب یہ مجلس منظور کرے تو پھر
اسے عمل میں پیش کریں ۔ ورنہ جن امور کے منصوبے بند ہو جائیں
اسے اسکے مصنف ہی منظور کریں گے پنجاب کے مسلم عوام تو اسے
میں چھاپا روہم لیں ۔ جہاں دستور ۱۹۷۳ کا دم توڑ رہا ہے ۔

(زید بن حارثہ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس کا نام "الاسلام" تھا۔ اس کتاب میں اسلامی احکام اور عقائد درج تھے۔)

پاکستان کا نظام حکومت

”روزنامہ زمیندار کا اعلان حق“

جو جی میں آتا ہے شوق سے کیجیے۔ پوچھنے والا کون ہے اگر کوئی گستاخ ہماری طرح تمہاری مصلحانہ مشورے کی حیات کرے تو اسے آنے والے اختیار کی جھلک دکھا کر خاموش کر دیجیے۔ اس کے بعد زبان دمازی سے باز نہ آئے۔ تو زبان کھینچ ڈالو کسی کی کیا مجال کہ اس حرکت پر بھی حسین کے پھول نہ برسائے لیکن اسلامی جمہوریت اور اسلامی نظام نامے وعدہ اگر تخیل و شکست مستحق نہیں سمجھا گیا تو پھر جو کچھ کیا گیا جائے ہی نہیں رائے عامہ کی سرکچا حوصلہ شکنی اور حق تلفی ہے۔ مغربی جمہوریت تو بچائے بھارت میں لیکن مسلمانوں نے نظام پاکستان کے متعلق جو تصور قائم کر رکھا ہے اس کے لئے بھی عمل و حقیقت کا کوئی گوشہ نہیں کیا گیا۔ اسلامی رائے عامہ کی آنکھیں پاکستان کے جس نقشے سے روشناس کرائی جاتی رہی ہیں۔ اس کا کوئی حصہ بھی حقیقی صورت میں پیش کیا گیا؟

مملکت رانہاؤں کو شاید معلوم نہیں کہ حجاب کا مسلمان اس زمانے میں بھی جب اتحاد و دربریت کو ترقی بخانا چاہتا ہے اعتقادی طور پر مذہب ہی کو سب سے پہلے سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک سیاست کو فی چیز نہیں۔ جو کچھ ہے۔ مذہب ہے۔ وہ علامہ اقبال کا ارشاد اب تک نہیں بھولا۔ کہ سیاست سے دین کو جدا کر دیا جائے تو باقی جنگیزی رہ جاتی ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خون خرابے محض مذہب کی لپیٹ اور سیاست کی

پاکستان دستور ساز اسمبلی کے مسئلہ نمائندگی پر گذشتہ اشاعت میں گفتگو کی جا چکی ہے جس میں معلوم تھا کہ دعا کا اثر ہی الٹا ہوگا جنت مانگی تو دوزخ شغلہ رسلنے والا منہ کھولے سامنے آجائیگا۔ ہماری گزارش پر اثر قبول کے ذرائے بند کر دیئے گئے۔ ہمارا مشورہ بے پروائی کے کانوں سے بھی نہیں سنا گیا۔ ہماری فریاد کا جواب اگر زندہ دلی کی بنیسی سے دیا جاتا تو کم سے کم یہ تو خیال کیا جاتا کہ کوئی سننے والا تو ہے۔

اول تو مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے صوبائی آزادی کو بھولائو افسانہ بنا دیا۔ اور مقامی حق انتخاب کا خون کر دیا اور جمہوریت کے تمام نقطے مجلس امریت کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے جس طرح لائبرٹ و فاشیت کے عہد میں ملٹی کمان کا حکم ہی آسمانی فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے بھی اپنے اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔

اگر سارے کام مرکزی بورڈ ہی کو سونپے گئے ہیں پھر اسمبلی بنانے سے فائدہ؟ چند لیڈر بھیجیں۔ امریکہ۔ برطانیہ، فرانس اور روس کے نظام نامے سامنے رکھیں انہیں اچھی طرح پڑھیں۔ پھر ان کا خلاصہ کریں۔ اور اس خلاصہ کو پاکستان کا دستور قرار دے لیں جب انتخاب کے بعد بھی من مانی کاروائی ہوگی۔ اور اسی خود ردی کو انتخاب کے قائم مقام بھی بنایا جا رہا ہے۔ وقت کیوں ضائع کیا جاتا؟

فحشابی سے ہو رہے ہیں کیونکہ مذہب روحانیت سے منور ہے۔ جہاں روحانیت کی روشنی ہوگی وہاں ظلم و سفاکی کی سیاسی آہٹیں سکتی۔ سیاست نام ہے مادیت کا۔ اور جہاں مادیت کا اقتدار اندھیرا چھایا ہو۔ وہاں رحم و کرم کی روشنی کہاں آئیگی۔ یورپ کی دوسری جنگ سے ہندوستان کے نفاذات تک اس حقیقت کی تصدیق ہو رہی ہے اور کمان تو پہلے ہی سمجھ چکا ہے وہی حکمرانی انسانیت کا بول بالا کرنے کی جس کی بنیاد قال اللہ قال الرسول اور ائمہ کے اجتہادات پر ہوگی۔ مسلم لیگ نے اسی عقیدے کی تائید سے کامیابی حاصل کی مسلمانوں کو بتایا کہ پاکستان کی حکمرانی اسلامی نظام کے سانچے میں ڈھالی جائے گی۔ اسلامی مملکت کا قانون شریعت جفہ کے مطابق ہوگا۔ یہی وعدہ تھا جس نے مسلم لیگ کو کس میری کی خاک سے اٹھایا اور قبولیت کے آسمان پر بٹھایا۔ کیونکہ لیگ وہ چیز تھی جسے مسلمان صدیوں سے ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ اس چشمے کی طرف بلا رہی تھی جس میں روح کی پیاس بجھانے والا پانی تھا۔ ورنہ مسلم لیگ کی کامیابی کا باعث یہ تو نہیں تھا کہ اس کے صدر نواب فتحنا رحیم خان ہیں اور دو لاکھ بیگمہ زمین کے مالک ہیں یا اس کے اکابر میں سردار شوکت حیات خان ہیں جن کے والد ماجد پنجاب کے پہلے وزیر اعظم تھے۔ مسلم لیگ جب تک ریاستوں۔ جاگیر داروں۔ سرمایہ داروں اور نوابوں میں رہی عوام میں اس کی قیمت تین کوڑی بھی نہ تھی۔ وہ اس وقت اسلامی ہند کی واحد جماعت قرار پائی۔ جب عوام میں آنے کے قابل ہوئی۔ اور عوام نے اُسے آنکھوں پر بٹھایا کہ وہ اسلامی حکومت کی طرف بلائی تھی۔ مذہب کو تمام قوتوں کو امانت دے رکھا ہے کرتی تھی۔ اور آرزو

مستقبل کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھال دینے کی آرزو منہ پر دکھائی دیتی تھی۔ اب اگر یہ وعدہ بھلا دیا جائے دریا کو سیراب کیا جائے۔ پھول کی جگہ کانٹے پیش کئے جائیں۔ ہیرے سے چاک چھین لی جائے۔ اور سنگریزہ مٹی میں پھینکا جائے۔ پاکستانی نظام کی اساس قرآن کی جگہ دنیوی نظام نامے قرار دے اور علماء کا کام صرف قانون دانوں کو سونپا جائے۔ تو کیا اسلامی رائے عامہ کو صدمہ نہ پہنچے گا؟ اور اس صدمے کی صدائے بازگشت قیادت کی بنیادیں نہ لاد دیگی؟ مسلمان تو انگریز سے بھی زیادہ حساس و فوج ہوا ہے۔ انگریز تو جرحل کے تمام احسانات پس پشت ڈال کر اُسے پیچھے پھینک سکتا ہے مسلمان اس سے زیادہ سخت گیر واقع ہوا ہے۔ وہ جس قیادت سے یاؤں ہوتا ہے اُسے جرحل کی طرح پیچھے نہیں پھینکتا۔ بلکہ اس زور سے آگے دے سکتا ہے کہ مستقبل کے رہنما اس کے حشر سے عبرت پکڑیں یہاں تہائی افسوس، رنج اور اضطراب سے سناؤ کہ کتنا بڑا ہے کہ سنجائی نما بیندوں کا انتخاب جس طریقے سے کیا گیا اس سے آگے بڑھنے کی جگہ آگے گرنے کے امکانات زیادہ روشن ہو رہے ہیں۔ دونوں بیندوں کے مسلم نمائندوں میں صرف ایک عالم دین ہیں جن کا نام مامی مولینا داؤد غزنوی ہے یہی خلا کا شکر ہے کہ مولانا کانگریس سے مسلم لیگ میں چلے گئے۔ ورنہ ان کی جگہ بھی کوئی ترقی پسند ہی دکھائی دیتا اور مولانا بھی کیا کر سکتے ہیں؟ وہ شرفی پنجاب کے نمائندے ہیں۔ جو مذہب و اہلی کی شرکت کے لئے مجبور ہیں۔ اور ان اہلی میں مولانا کی شریعتی صورت کیلئے ضرورت پیدا ہوگی۔ اس سے قارئین کرام اچھی طرح واقف ہیں جو اہلی خاندانی دستور مانسکی مدھی ہے اس میں ایک بھی اسلامی قانون ماہر نہیں بھیجا گیا۔ بحقیقہ خلا ہے

ایرانی سفیر دربار رسول میں

(ساز مولینا محمد امین صاحب جھنگوی)

سفیر :- میں خیال میں بہتر یہی ہے کہ آپ خود ہی کسی توضیح ہی فرمادیں۔ تاکہ آپ کا کلام منقطع نہ ہو۔ میں انتہائی توجہ کے ساتھ آپ کی فاضلانہ تقریریں رہنمائیوں اور آپ یقین کیجئے۔ کہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ جن باتوں پر ابھی تک میری نگاہ نہ گئی تھی۔ اب وہ بھی مجھے بالکل صاف نظر آ رہی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اگلی اور بھی بہت سی باتیں آپ سے سنے جاؤں کسی جگہ اگر کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئے گی یا اگر کسی بات سے مجھے اختلاف ہوگا تو میں اپنے شبہات دور کر دوں گا۔

صحابی :- جو کچھ میں عرض کر چکا ہوں۔ اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکال لیا ہوگا کہ آج دنیا میں جو خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا باعث ظلم و عدوان اور عدم مساوات ہے ہمارا اپنا کرنے والا ہرگز ظالم اور نامنصف نہیں ہے اور اس کی نظر میں اس کے تمام بندے یکساں ہیں ہمیں اگر پردہ دنیا پر خدا کی حکومت قائم کرنا ہے۔ اور اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں اس کے نمائندے یا اس کے خلیفے ہیں تو ہمیں بھی ہر قسم کے ظلم اور ناانصافی سے کنارہ کرنا پڑے گا اور ایک بادشاہ اور فقیر دونوں کو ایک نگاہ سے دیکھنا ضروری ہوگا۔

میری اس گفتگو سے آپ اس قدر حیران نہ

میں آپ کے خیالات کا اندازہ کر رہا ہوں۔ اور اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو آپ جواب میں یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ دولت و ثروت ہمارے باپ دادا نے ہمارے لئے چھوڑی طاقت و قوت ہمیں اپنی بدولت حاصل ہوئی اور عزت و وقعت ہمیں ہمارے انسانی کمالات نے دلائی لیکن میرے محترم دوست آپ کا یہ جواب صحت سے بہت کچھ دور ہے۔ آج ہم اور آپ الگ الگ دوقومیں بن گئے ہیں۔ اس لئے کہ اب انسانی نسل خدا میں اس قدر بڑھ گئی ہے۔ کہ آپ یہ تصور بھی نہیں کریں گے۔ کہ ہم میں اور ایک غریب فردور میں کوئی فرق نہیں۔ اور ایک تھوڑے سے تامل کے بعد یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین ہو جائیگی کہ آپ کی یہ امارت۔

غرت اور وقت سب غریبوں کے خون پسینہ کا صدقہ ہے
اسی سے بادشاہ بنتے ہیں اور اسی سے منصب دار۔
صغیر مجھے معاف کیجئے اگر اس موقع پر میں آپ کی تقریر
میں دل دنوں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی تو بادشاہوں اور
ملکی منصب داروں سے ہم کس طرح بے نیاز ہو سکتے ہیں۔
اداکران کا جو دلازمی اور ناگزیر ہے تو عدم مساوات کی
یہ ناخوشگوار صورت حال بھی قائم رہنی ضروری ہے۔ کیونکہ
ایک بادشاہ تو بہر حال حکومت ہی کرے گا۔ خواہ وہ عادات
خصائل کے لحاظ سے فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے
بادشاہوں کے چند در چند عیوب تو گناہے جو حقیقتاً
عام طور پر خود مختار حکمرانوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن بجا
صرف اس لئے کہ ان میں چند کمزوریاں موجود ہیں۔ ہمیں ان
کی تمام خوبیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔
جس طرح آپ نے مجھ سے بہت سے سوال کئے تھے۔ میں
بھی آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا جاہل کاشتکار
غیر تعلیم یافتہ صنّاع اور کاروبار میں مصروف سوداگر کسی
ملک کا انتظام کر سکتے ہیں۔ کیا ملک کی سیاست کو اپنے
ایسی معمولی چیز خیال کیا ہے کہ اسے ہر عامی و جاہل کے سپرد
کیا جاسکتا ہے۔ کیا ملک اور اہل ملک کے لئے ایسے قانون
بنا سکتے ہیں جن سے ملک کی خوش حالی میں ترقی ہو اور اہل ملک
زیادہ آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ کوئی
ایسا عقیدہ اور معمولی سا کام ہے کہ جسے بچاؤ سے اور اہل
چلانے والے باسانی اور بہ حسن الوجہ انجام دے سکیں۔
جب غیر مالک کی ٹڈی دل جو جیسے جیسے ملک پر حملہ آور
ہوں اور ہماری اور ہمارے بیوی بچوں کی جانیں اور عزت

آبرو اور مال غرضیکہ سب کچھ خطرہ میں پڑ جائے۔ تو اس
یہ کہہ کر انہیں ڈالا جاسکتا ہے کہ جو کہ ہمارے ملک میں کوئی
بادشاہ نہیں ہے۔ آپ حملہ نہ کیجئے اور واپس چلے جائیے
اور کیا اسی صورتوں میں جبکہ قوم کا ایک فرد دوسرے فرد
پر ظلم و زیادتی کرے اور ملک کے نافذ شدہ قوانین کو توڑے
ترخا ہی منصب داروں کے علاوہ آپ کے پاس کوئی دوسری
قوت ایسی ہے جو ان کے شر کو ظلم و زیادتی سے باز رکھے۔
معاف کیجئے گا اگر میں یہ عرض کروں کہ آپ کا ملک ابھی
تک دھڑکتا دھڑکتا و بربریت سے نہیں نکلا ہے۔ اور
آپ ابھی تک تہذیب اور تمدن کی برکتوں سے آشنا
نہیں ہیں اس لئے آپ کے لئے ان باتوں کا سمجھنا
شاید کسی قدر دشوار ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ کوئی
تہذیب یافتہ انسان اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ پھر
اسی بد رویت کے دور میں چلا جائے۔ کہ جہاں سے
صدیوں سال میں ترقی کرتے کرتے وہ اس دور تک پہنچا
ہے۔ مگر آپ کے مذہب کی یہ تعلیم ہے کہ انسان تمدن
اور تہذیب سے نا آشنا رہے یا نا آشنا
بن جائے تو میرا خیال ہے کہ عرب کے بدویوں کے
سوا شاید ہی کوئی ترقی یافتہ قوم اسے قبول کرنے کو تیار ہو۔
صحافی:- آپ نے تہذیب اور تمدن کی ضرورت پر
اور باتیں ہوں اور ان کے منصب داروں کے ناگزیر
ہونے کے متعلق نظم و خیال فرمانے میں جس قدر وضاحت
اور بلاغت سے کام لیا اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔
کیونکہ آپ کو شاید خیال نہ رہا۔ میں نے ہرگز ہرگز تہذیب کی
یا بادشاہوں کی ضرورت سے انکار نہیں کیا تھا۔ کہ آج

دنیا میں جو لوگ صاحب زرہ صاحب حکومت اور صاحب اقتدار ہیں ان کے مطلق اس درجہ پست اور ذلیل ہیں کہ بہائم کو بھی ان کے سامنے شرم آ جائیگی۔ آپ اگر قطع کلام نہ فرماتے تو اس کے بعد میں تو خود ہی یہ کہنے والا تھا کہ دنیا کو آج جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ایک قابل قبول تہذیب اور صحیح تمدن ہے۔ میں نے جو کچھ خرابیاں کی تھیں وہ اس اصول کی خرابیاں نہ تھیں کہ ہم کسی ایک بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں اور اپنی جماعت کی تہذیب کے خواہاں ہیں۔ میرا تمام تر امتراض اس حقیقت حال تک محدود تھا کہ انتخاب امیر کے متعلق ہمارا موجودہ طریقہ غلط ہے۔ اور جس چیز کو ہم نے بزرگ خود تہذیب اور تمدن کے ناموں سے نامزد کر رکھا ہے۔ وہ تخریب اور فساد سے زیادہ کوئی وقت نہیں رکھتی۔ آپ مشتعل نہ ہوں اگر میں یہ کہنے کی جرأت کر لوں کہ آپ (میری مراد آپ کی قوم سے ہے) کسی عنوان بھی تہذیب اور تمدن کہلانے کی اہل نہیں ہیں۔ آپ کی نگاہیں شاہی دربار کی چمک دمک اور ظاہری آبرو تاب نے خیر کر دی ہیں، اور آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ بس تہذیب صرف اسی چیز کا نام ہے کہ اپنے جسموں پر چمکدار اور ظالم زینتیں کی جھولیں لاد لیں۔ اپنے سپٹ میں مرغن اور لذیذ غذا میں بھر لیں اور اپنے ناکارہ اور بیچ میر جسموں کو آرام پہنچانے کے قصد دیگر ذرائع ایجاد کرنے لیکن ایک مہر محترم دوست! آپ ذرا انصاف سے غور کریں گے۔ تو معلوم ہوگا کہ کرائیش اور سائیش کے محتام

دارالعلوم عزیز مجاہد صاحب مدظلہ کا داخلہ ہوا۔ بہترین اساتذہ کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔

سامان عیش پرستی اور آسائش پندگی سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اگر آپ بڑا نہ بانیں تو میں عرض کروں کہ بہت سی باتوں میں وہ بدوی بھی کہ جس کے محدود علم اور ناترقی یافتہ عقل کا ابھی تک بے مضحکہ اڑایا تھا۔ آپ سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ اسے مادہ فطرت کی گود سے نکلے بھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے۔ اور اس کی غیرت و حمیت نے بھی تک یہ دولت گوارا نہیں کی ہے۔ کہ تہذیب یافتہ قوموں کی طرح کسی ایک فرد واحد کی غلامی اختیار کرے صرف اس لئے کہ اس فرد واحد کے قبضہ میں تھوڑا سا چاند کا نور سونا ہے۔ اس نے ابھی تک تمدن میں ترقی نہیں کی ہے۔ اور اس کے قبیلے باہم مل کر ایک قوم نہیں بنے ہیں لیکن اس کے قسبیلے نے اس سنگ کو گوارا نہیں کیا ہے۔ کہ ہر صاحب زرہ اور ہر صاحب طاقت آئے اور پورے قبیلہ کو اپنا غلام بنالے۔ اس نے اپنی فطرت کی دلچسپی کی سہمی آزادی کو سونے چاندی کے سکول کے بدلے میں نہیں بیچا ہے۔ اور ایک تہذیب یافتہ قوم کے سامنے وہ فخر کے ساتھ سر اٹھایا کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں آج ایسا ہی آزاد اور انہی مرضی کا خنثار انسان ہوں کہ مجھے جیسا میرے خدا نے پیدا کیا تھا۔ میں اس وقت یہاں بدویوں کی وکالت کرنی ضروری نہیں سمجھتا۔ ورنہ ممکن تھا۔ کہ ان کی موافقت میں اور بھی کچھ باتیں بیان کر دیتا مجھے جو کچھ عرض کرنا منظور ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک سخت فریب میں مبتلا ہیں اور جس تہذیب اور تمدن کو آپ ترقی کا سرچشمہ

اسی مشترکہ محنت سے نیکار کیا کریں۔ اور اسی طرح باہر تقسیم کر لیا کریں۔ تہذیب کی طرف پر پہلا قدم محنت جو انسان نے اٹھایا تھا۔

چند روز اسی طرح میں جل کر نیکار کھیتے کھیتے کچھ الفاظ بھی ایسے مقرر ہو گئے۔ کہ جن کے ذریعہ سے وہ ایک دوسرے کو اپنا مطلب پہنچا سکتے تھے۔ اور اب یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ الگ الگ غاروں میں رہنے کی بجائے اگر وہ ایک بڑا غار تلاش کر لیں یا کسی ایک چھوٹے غار کو کھود کر بڑا کر لیں اور ایک ہی جگہ رہیں تو مشترکہ محنت اور بھی بہت سے کاموں میں آسانیوں پیدا کر دے گی۔ اور حفاظت کے لئے غار کے دہانے پر پتھر بھی اتنا بڑا رکھا جاسکے گا کہ جسے کوئی جانور آسانی سے نہ ٹپا سکے۔ بخیر محقول تھی۔ اور چونکہ اس میں دونوں کا فائدہ تھا اس لئے اس پر عمل درآمد کیا گیا۔ اور اس طرح انسان نے تمدن کا پہلا درجہ طے کیا۔

میں نے یہ جو کچھ عرض کیا ہے۔ وہ یونہی زیب داستان کے لئے نہیں کیا بلکہ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں آپ کو بتا سکوں کہ تہذیب و تمدن جس کا ذکر بار بار آپ کی زبان پر آتا ہے درحقیقت کیا چیزیں ہیں۔ آپ کے گھر کی اصطلاح میں ممکن ہے کہ تہذیب کے معنی اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا۔ دوسروں کی محنت سے فحائز فائدہ اٹھانا اور خود ریشم ادا سونے کے تاروں کی ایک گٹھڑی بن جانا ہوں لیکن فی الاصل اس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ ایک سے زیادہ افراد انسانی جو مل جل کر ایک جگہ رہیں وہ پورے قبیلے پوری بستی یا پوری قوم کو ایک کلی تصور کرنے لگیں جس کے الگ الگ وہ

جنگل بہت کافی وسیع ہے۔ اور اس میں اسی طرح پر بہت سے انسان الگ الگ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جسے ذرا بھی آرام یا سکون حاصل ہو۔ اور جو غار کے اندر چھپ رہے ہیں کے باوجود مطمئن ہو کہ اپنے محفوظ رہے۔ کیونکہ بارش کا پانی اکثر غار کے اندر بھر جاتا ہے۔ اور انہیں مجبور ہو کر ایسے اوقات میں باہر نکلنا پڑتا ہے کہ جب وہ سرگرم باہر زمانہ چاہتے تھے کبھی کبھی وہ رات کو سوتے سوتے چونک پڑتے ہیں اور آہٹ سے انہیں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی جانور غار کے دہانے پر اس پتھر کو ہٹا رہا ہے جو انہوں نے حفاظت کے خیال سے وہاں رکھ دیا تھا اور جو اتنا وزنی نہ تھا کہ جسے بڑے بڑے قدم کے جانور سر نہ ٹپک سکیں۔ کیونکہ وہ تنہا اس سے زیادہ بڑے پتھر اٹھا کر نہیں لے سکتے تھے۔

ایک روز ان وحشیوں میں سے ایک شخص نے یہ دیکھا کہ ایک بکرے تنہا بھاگا جا رہا ہے۔ اور ایک اسی جیسا انسان اس کے پیچھے پیچھے ہے۔ لیکن بکرے اسے اس قدر خراب نہیں پہنچے دیتا۔ کہ وہ پتھر مارنے سے تنہا اس نے فوراً سامنے سے بکرے کا راستہ بگھرا اور اب بکرے کو مجبوراً رگنا پڑا۔ اتنی دیر میں وہ شخص جو اس کے تعاقب میں تھا قریب پہنچ گیا۔ اور اب دونوں نے اس پر پتھروں کی بارش شروع کر کے دم کے دم میں اسے مار لیا۔ دونوں کو اس کامیابی پر بے حد مسرت ہوئی۔ اور دونوں نے اپنی پتھر کی چھڑیوں سے اسے کاٹ کر آدھا آدھا کر لیا۔ پورے بکرے کی بدست آدھے بکرے کا ٹکڑا بھی آسان تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے حصہ کو کندھے پر رکھ کر بھی بہت خوش محسوس کی اور آپس میں آنکھوں آنکھوں میں یہ طے کر لیا کہ روزمرہ

کے لئے دی گئیں۔ چند افراد کے سپرد مٹی کے برتن بنانا کیا گیا۔
 اور بعض مکانات کی تعمیر پر لگا دیئے گئے۔ اب اس کی ضرورت بھی
 محسوس ہوئی کہ جب اتفاق سے قبیلے یا قوم کے کسی ایکس فرد
 کی طرف سے دوسرے فرد پر زیادتی ہو تو زیادتی کو نبھانے کو
 روکا جائے یا اگر کوئی شخص اس تہذیب کے مقررہ ضابطوں
 کی پابندی نہ کرے تو اس سے باز پرس کی جاسکے اور اس
 کے لئے بے طے پایا کہ قبیلے میں جو شخص سب سے زیادہ لائق

سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ منصف مزاج ہو
 اُسے سارا قبیلہ اپنا سردار مان لے اور سب اس کے احکام
 کی دل و جان سے اطاعت کیا کریں۔

ہر قبیلے میں دو چار آدمی ایسے موجود تھے جو ہر وقت قبیلے
 کی خدمت پر مکرستہ رہتے تھے جنہوں نے قبیلے کے بہت سے
 افراد کی ان کی مصیبت اور تکلیف کے وقت میں مدد کی تھی۔
 اور جوانی عقل مندی اور اپنی شجاعت کی بدولت ایک سے زیادہ
 مرتبہ قبیلے کو لاکھ اور تباہی سے بچا چکے تھے۔ سردار مقرر کرنے
 کا خیال آتے ہی قبیلے کے ہر فرد کی زبان سے اپنی دو چار شخصوں
 کا نام نکالا اور پھر ان میں بھی جس نے سب سے زیادہ خدمت
 قبیلے کی کی تھی۔ اسے سردار تسلیم کر لیا گیا۔ اور اس طرح خادم نے
 مخدوم کا مرتبہ پایا۔ اب یہ سردار پورے قبیلے کا بادشاہ تھا۔
 اور سارا قبیلہ اس کی فوج اس کا ملازم اور اس کا غلام۔
 یہاں تک جو کچھ شہزادہ صحیح اور حقیقی تہذیب تھی۔ اور اس میں اگر
 کچھ کمی تھی تو صرف اس قدر کہ اس سردار کو مشورہ دینے کے لئے
 قبیلے کے چند عقلمند اور تجربہ کار لوگ اور بھی بیٹھے جاتے۔ تاکہ
 انتظامِ مملکت کے متعلق جو کچھ صحیح پیرہ مسائل درپیش ہو
 تو ان کا فیصلہ اکیلے ایک سردار کی بجائے قبیلے کے تمام

سب جزد میں ہر جزد اُس کی ہر جزد اور فلاج کے لئے کام
 کرنے اور کل اپنے ہر ہر جزد کے لئے جہان سے بکرے کا
 شکار کیا کریں تو سب مل کر اُسے لاکھ لاکھ تو سب مل کر
 اور پھر اس سے فائدہ اٹھائیں یا پیٹ بھرے تو سب
 برابر ممکن ہے کہ ان الفاظ کے سمجھنے میں آپ کو ذرا وقت
 معلوم ہو۔ اس لئے نامناسب نہ ہوگا کہ اگر میں انسانی
 قبیلوں یا جماعتوں کی مثال انسانی جسم سے دوں۔
 ہمارا جسم کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ
 ناک۔ کان۔ منہ۔ دل اور دماغ وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ ان
 میں سے ہر ہر عضوات دن پورے جسم کی خدمت کے
 لئے کام کرتے ہیں۔ اور ہر عضو کیسیاں طرز پر برابر غذا پہنچتی
 رہتی ہے۔

عہدِ بدویت میں یہ حالت نہ تھی۔ اس زمانے میں انسان
 کا کھانا برابر اور مل برابر کے اصول پر عمل درآمد تھا۔ ایک
 خاندان میں اگر میں افراد تھے۔ تو میں کے میں محنت و
 مشقت کرتے تھے اور ان بیسیوں کی مشقت کو محنت
 سے جو کچھ پیدا ہوتا تھا اس میں وہ برابر کے حصہ دار ہوتے
 تھے۔ خاندانوں نے قبیلوں کی اور قبیلوں نے بڑی بڑی
 جماعتوں یا قوموں کی صورت اختیار کر لی اور سب کی
 انسانی کا لحاظ کر کے قبیلوں اور قوموں کے افراد نے
 مختلف پیشے اختیار کر لئے تھوڑے سے افراد اس
 کام پر لگائے گئے۔ کہ وہ زمین میں ہل چلا کر غلہ پیدا کریں۔
 کچھ اس کام پر مامور ہوئے۔ کہ پورے قبیلے کے لئے کپڑا
 بنائیں بعض کو جوڑنے بنانے کی خدمت ملی۔ بعض کو لپے
 کا سامان تیار کرنے کا حکم ملا۔ بعض کو لکڑی کی چیزیں بنانے

بہترین دماغوں کی رائے کے موافق ہوتا لیکن بنی نوع انسان کی بدقسمتی رنگ لائی اور ان سرداروں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے قبضہ میں دولت اور طاقت آگئی ہے تو انہوں نے ایسے قانون بنائے شروع کئے کہ جن سے ان کی اپنی قوت میں اضافہ ہونے لگے۔ وہ اس چیز کو بھول گئے کہ حقیقی عظمت کا راز خدمت میں پوشیدہ ہے۔ مخدوم بن جانے کے بعد انہیں خدمت سے عار آنے لگی۔ اور رفتہ رفتہ وہ اسی قوم کو کہ جس کی خدمت کر کے انہیں یہ مرتبہ مالی نصیب ہوا تھا۔ ایک ایسی جماعت تصور کرنے لگے۔ کہ جو نسلی شرافت میں ان سے بہت ادنیٰ ہے اور جس کا کام صرف یہ ہے کہ ان کی خدمت کیا کرے وہ اپنے آپ کو اپنے قبیلے یا قوم سے بہت بلند تر کوئی چیز خیال کرنے لگے اور تو ان کے ذریعہ سے یہ رسم ڈال دی کہ ملک کی بادشاہت ورثہ میں باپ سے بیٹے کو مل کرے اور جب کچھ عرصہ میں یہ رسم عام ہو گئی تو شاہی سل خود بخود قوم کے عوام سے الگ ہو گئی۔ ان خود مختار بادشاہوں کو اپنی قوت۔ اپنی عظمت اور اپنی شان قائم رکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ تھوڑے سے ایسے لوگوں کو کہ جو قبیلے میں یا اثر ہوں اپنا ہم خواہ بنائے رکھیں۔ اس لئے انہوں نے امراء و وزراء کی ایک اچھی بڑی جماعت پر الطاف و کلام کی بارش کر کے اپنا گرویدہ احسان بنالیا اور اب بے کھٹکے قوم کی خدمت نہیں بلکہ قوم پر خدائی کرنے لگے۔ امراء اور وزراء کو شاہی حمایت اور پناہ حاصل تھی۔ اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھاتے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور اچھی طرح اٹھایا۔ مجتہدی اور ایماندار شہریوں کی ساری کائی

اب ان کے بچوں کا پیٹ پالنے کی بجائے حضرت جہاں نپاہ اور ان کے اہل دربار کی حبیبوں میں پہنچنے لگی۔ ایک طرف فلک بوس تلے اور محلات کھڑے ہو گئے۔ اور دوسری طرف سر چھپانے کے لئے ذرا سی جھوٹی پیرائی بھی دشوار ہو گئی۔ ایک طرف سونے چاندی کے پیالوں میں بادھ ارغوانی کے دھڑ بھلنے لگے۔ اور دوسری طرف محنت کرتے کرتے اور مصیبت جھیلنے جھیلنے خون پانی ایک ہو گیا۔

حکومت کا چسکا بہت برا ہوتا ہے۔ اور جب حکومت کی چاٹ پڑ جاتی ہے تو انسان کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ جس سے بھی اس کا واسطہ پڑے اسے اپنا محکوم بنائے۔ اس سے پیشتر مرد اور عورت کے تعلقات مساویہ تھے۔ اور ہر گھر راخت و آرام کے لحاظ سے جنت کا نمونہ تھا۔ لیکن اب ان بادھ حکومت کے متوالوں کو یہ بھی گوارا نہ ہو سکا کہ ایک ایسی ہستی کہ جو ان کی زندگی کی شریک تھی وہ بھی ان کی حکومت سے باہر رہ جائے یا ان کے ساتھ برابری کا داعیہ رکھے۔ انہوں نے فرقہ واریت پر طرح طرح کے مظالم ٹوڑنے شروع کئے۔ اور چونکہ عورت ان کے معتاد بلے میں کمزور اور بے بس تھی اس لئے انہیں پورا پورا موقع مل گیا۔ کہ اس کے تمام حقوق یا مال کر کے اسے اچھی طرح کچل ڈالیں۔ تاکہ آئندہ ہزار سال تک بھی کبھی اسے سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ عورت کی عصمت اور عظمت بے معنی سے الفاظ ہو گئے اور بادشاہ اور امراء کی حسن پسند نظر پڑ جانے کے بعد کسی عورت کو یہ مجال نہ رہی کہ وہ انکار کا خیال بھی دل میں لائے۔

اب ان واقعات کے پیش نظر آپ غور فرمائیے کہ

آپ کی اصطلاح میں جس چیز کا نام تہذیب ہے اس کی بدولت بنی نوع انسان کی کسی کچھ تخریب عمل میں آئی ہے کسی ایک خاندان یا قبیلے کی تہذیب کے معنی تو یہ ہوتے چاہیے تھے کہ کہنے کے تمام افراد دل کر کہنے کی ترقی اور بہبود کے لئے کوشش کرتے۔ شخص اپنے کہنے کا خادم ہوتا ہے۔ اور اس طرح سب کی مشترکہ محنت کا مول کو بھی انسان بنادیتی اور سب کی آسودہ حالی میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تہذیب کا الٹا نتیجہ نکلا ہے پورے کہنے میں سے ایک بادشاہ اس کے جید معتمد اور تھوڑے سے اور معمول افراد کے لئے تولقیف ہنرمیں کی آسانیاں بہم پہنچ گئی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان کی ضرورت اور ان کے استحقاق سے بہت زیادہ آسانیاں بہم گئی ہیں لیکن پورے کہنے کی یہ حالت ہے کہ وہ دن رات محنت کرتے کرتے اور کلیفیں اٹھاتے اٹھاتے مرا جاتا ہے اور پھر بھی زندگی کی آسانیاں میسر نہیں آتیں۔ آہستہ آہستہ آپ کی تہذیب کہنے یا قوم کو دو حصوں میں تقسیم کئے سے رہی ہے بلکہ شاید تقسیم کر چکی ہے۔ اور اب ایک ہی کتبہ یا قوم کے دونوں حصوں میں باہم اس قدر فرق ہو گیا ہے کہ کسی طرح بھی ان دونوں طبقوں کو ایک کہنے کے افراد نہیں کہا جاسکتا۔ امراء کا طبقہ جو نہ معلوم کس غلط فہمی کی بنا پر اپنے آپ کو طبقہ اعلیٰ کہا کرتا ہے غرباء کے طبقہ سے کہ جسے تہذیب یافتہ امرا کی بارگاہ سے ادنیٰ طبقہ کا خطاب ملا ہے اب اس قدر مختلف ہے کہ ہم کسی طرح بھی دونوں کو ایک قوم نہیں خیال کر سکتے۔

مسئدیر :- (کسی قدر درشت لہجہ میں) غرباء کے طبقہ کو اگر ادنیٰ کہا جاتا ہے تو اس میں بھڑک بھی کیا ہے نہ ان کے پاس علم ہے نہ دولت نہ عقل و خرد ہے اور نہ انسانیت صرف تھوڑی سی جسمانی قوت ہے جو تمام جانداروں میں ملتی ہے۔ اور اگر اس طرح انہیں دبائے نہ رکھا جائے تو وہ اس قوت کا بھی نہایت غلط استعمال کریں گے۔ اور اس خوبصورت اور خوشنما دنیا پر ہر طرف خون کی ندیاں بہتی نظر آئیں گی۔ آپ اس حقیقت سے کسی طرح انکار نہیں کر سکتے کہ ہم اگر خود کو اعلیٰ طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ تو فی الحقیقت ہم اپنی داغی قابلیتوں میں ان سے بہتر بھی ہیں۔ ہمارے اخلاق ہمارے خصائص و اطوار اور ہماری شائستگی اور تہذیب ان سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے کہ اگر وہ بہائم ہیں تو ہم انسان اور وہ اگر انسان ہیں تو ہم فرشتے یا کوئی اور ایسی مخلوق کہ جو انسانوں سے بہتر ہو۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو غرباء کے طبقہ سے زیادہ واسطہ ہی نہیں پڑا ہے۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ کو ان سے نفرت ہو جاتی۔ ان کے پیچھے پیچھے جسم اور کردہ اور کثیف کپڑے گندمی اور غلیظ عادتیں آداب مجلس سے ناواقفیت نفرت انگیز اور بہبود گھٹا اور رفتار اور ان سب سے بڑھ کر ان کے طغیان و فکاحہ احقاق نہ جنایات سب ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے آپ کے دل میں بھی نفرت کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ طبقہ عام چوپایوں سے اگر کچھ مختلف ہے۔ تو صرف اس بات میں کہ اس کے افراد کی صورت انسانوں کی سی ہے۔ ورنہ ایک گھوڑے ایک بیل اور ایک ادنیٰ

طبقہ کے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر اگر ہم ان سے وہی برتاؤ کرتے ہیں کہ جس کے دستِ حق میں اور ان کو جانوروں کی طرح محنت و مشقت کے کاموں پر لگاتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے۔

صحافی: کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اسی ادنیٰ طبقہ کے اندر سے نکلا ہے یا کہیں اور سے آگیا ہے؟

سفیر: اسی طبقہ کے اندر سے نکلا ہے لیکن اپنی ذاتی کوشش اور قابلیت کی بدولت نکلا ہے۔ ہم میں ترقی اور تہذیب کی صلاحیت تھی اس لئے ہم ان سے اس قدر آگے بڑھ گئے۔ اور یہ چیز خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔

صحافی: آپ نے کیا ترقی کی اور کس بات میں ان سے آگے بڑھ گئے؟ کیا ان میں ہل چلا کر اسے کاشت کے قابل بنانا۔ اور پھر اس میں غلہ کو لوہے کے کنبہ کے لئے غلہ پیدا کرنا کوئی محفل کا کام نہیں ہے۔ کیا روٹی۔ اُون۔ اور شیم کو کاٹ کر بائیک تاروں کی صورت میں تبدیل کرنا اور پھر ان تاروں کو گونچ کر لفیس اور خوش نما کپڑے تیار کر لینا کوئی اجتماعہ فعل ہے۔ کیا اینٹ پتھر مٹی اور چوڑے سے سرفراک عمارتیں عظیم و نشانِ پل اور مضبوط اور خوشنما محلے بنادینا طفلانہ حرکتیں ہیں؟ اور کیا لوہے۔ کھڑی اور مٹی سے طرح طرح کی معنیدار چیزیں بنا کر لوہے کے کنبہ کے لئے آرام و آسائش کے سامان تیار کرنا ایسے بیہودہ اور بے کام ہیں کہ جن سے نفرت پیدا ہو؟ تہذیب کے معنی اگر مرثیہ کی محنت سے

لوہے کے کنبہ کے لئے زیادہ سے زیادہ راحت و آرام تیار کرنا ہیں تو کیا میں نہایت ادب کے ساتھ یہ پوچھ سکتا ہوں۔ کہ تہذیب میں آپ نے ترقی کی ہے یا ان جنکاشِ جنحی اور ایماندار انسانوں نے کہ جنہیں آپ آج عقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جنہیں آپ انسان کہنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں مجھے متاف کیجئے۔ اگر میں آپ کو آپ کی توارخ کا ایک بھولا بھلا واقعہ یاد دلاؤں۔ آپ ایک مرتبہ پھر انہی وحشی انسانوں کا تصور کیجئے کہ جنہوں نے ایک دو سکہ کی مدد سے بکرے کو شکار کیا تھا۔ اور پھر آپس میں برابر تقسیم کر لیا تھا۔ اتفاق سے ان دونوں میں سے ایک شخص احدی۔ کام چور عیشی پسند اور خود غرض تھا۔ دو چار روز تو وہ برابر اپنے ساتھی کے ساتھ شکار مارنے کے لئے جاتا رہا۔ اور برابر کی محنت کر کے برابر کا حصہ پاتا رہا۔ لیکن جب چند روز تک اسے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھانے کو لا۔ تو اس کے احدی پن نے زور کیا۔ وہ شکار کے لئے چلا تو جانا لیکن بکروں اور ہرنوں کے پیچھے دوڑنے کی بجائے اپنا زیادہ وقت پیڑوں کے سائے میں لیٹ لیٹ کر گزارتا۔ اور اس طرح خود بہت کم محنت کر کے اپنے ساتھی پر محنت کا بہت زیادہ بار ڈال دیتا۔ یہی نہیں بلکہ تقسیم کے وقت وہ یہ بھی کرتا کہ اپنے ساتھی کی آنکھ میچا کر اپنے حصہ میں ٹھہرے گوشت بھی زیادہ لے لیتا۔ تاکہ ایک اور روز شکار کو جانے کی تکلیف سے بچ جائے۔ اس شخص کو اگر آپ جہاں تو بے ایمان کہہ لیجئے لیکن چونکہ اس نے تہذیب کے قانون سے بغاوت اور سرکشی کی تھی اس لئے میں صرف باغی کے لقب سے یاد کروں گا۔ تمدن

لیں کہ جن کی بدولت محنت تو کریں قوم کے تمام نیک اور ایماندار لوگ اور جیل میں بھرے ان کھے احمقوں کی کہ جن کا بڑے سے بڑا کارنامہ یہ ہو کہ کبھی دربار شاہی کے آداب کی ایک فہرست بنادی اور کبھی شاہی لباس کے لئے کوئی الودھی وضع ایجاد کر دی۔

مجھے امید ہے کہ اب آپ کو یاد آگیا ہوگا کہ یہ آپ کا اعلیٰ طبقہ درحقیقت ان کام چور اور نالے حاضر لوگوں کا طبقہ ہے کہ جنہوں نے شروع ہی میں تہذیب کے قوانین سے بغاوت کر کے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد ڈالی تھی کہ جو قوم کی تخریب کی مترادف تھی۔ آج آپ بڑے جوش و خروش کے ساتھ یہ فرما رہے ہیں کہ غرب کا طبقہ جاہل ہے بے عقل ہے بدخلعت ہے گندہ اور غلیظ ہے اور خدا جانے اور کیا کیا ہے لیکن آپ ایک لمحہ کے لئے اس بات پر غور نہیں فرماتے کہ انہیں جاہل بے عقل بے شعور بنایا کس نے؟ کیا آپ کو لینے اس جرم پر افسوس نہیں ہے کہ آپ کی عیاریوں کی بدولت آپ کا پورا گنہگار شاہی محنت و مشقت کرنے کے باوجود دو دو دھڑوں کو ترس رہا ہے۔ کیا لینے اس قصور پر آپ کوئی ندامت نہیں ہوتی کہ آپ کا پورا پورا طبقہ کینے کی تہذیب میں حصہ نہیں لیتا۔ اور اپنے حصہ کا کوئی کام نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے دور ایماندار اور محنتی لوگوں کو دو چہرہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ کیا آپ کو اپنی اس حرکت سے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ آپ کا بھائی انتہائی ایماندار کے ساتھ اپنے عہد پر قائم ہے۔

اور آپ بدعہدی کر کے اسے ہرن اور بکرے کے سکامیں تو مدد دیتے نہیں لیکن جب وہ نذر اور وقت و خرابی کے بنو خود سے مار لیتا ہے تو حصہ ہٹانے کے لئے آموجود ہوتے ہیں

آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کنبے میں آدمیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اس احمدی اور کام چور شخص کو جس نے تہذیب سے بغاوت کی تھی۔ اپنے چاروں طرف ایسے آدمی نظر آتے تھے جو صبح سے شام تک کام کرتے تھے۔ اور اپنی محنت سے پورے کنبے کو آرام بخشاتے تھے۔ یہ شخص محنت خور تھا۔ اور کام سے بھاگتا تھا۔ اس لئے اس نے ایسے ذرائع اور ایسے وسیلے سوچنے شروع کئے جن کی بدولت کام بھی نہ کرنا پڑے روٹی بھی پیٹ کو مل جائے۔ اور احمدی پن پر بھی پردہ پڑا ہے۔ دوسرے لوگ چونکہ محنتی اور ایمان دار تھے۔

اس لئے انہوں نے اس کی جیلہ سازیوں پر کوئی شک نہیں کیا۔ اور اس کے حصہ کا کام بھی آپس میں بانٹ لیا۔ زمانہ گزرتا گیا۔ اور اس احمدی کی سل سے اور احمدی پیدا ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق بھی ہو گیا کہ قبیلے کی سرداری ایک ایسے شخص کے ہاتھ آگئی جو بہادر اور شجاع تھا۔ لیکن محنت کرنے سے جی جراتا تھا۔

احدیوں کی یہ جماعت کہ جس کی تعداد اب اچھی خاصی ہو گئی تھی۔ اور جس نے اپنی ترکیبوں اور چالاکیوں سے بہت سی دولت بھی اپنے قبضہ میں کر لی تھی۔ آگے بڑھی اور سردار قبیلہ کو اپنے قابو میں کر کے قبیلہ پر حکمرانی کرنے کی تجویز سوچنے لگی۔ غداروں اور مکاری ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور ساتھ ساتھ ایماندار اور سچے لوگوں سے جو خواہ مخواہ کسی کی نیت پر

شک کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ اس لئے انہیں اس بات کا پورا پورا موقع مل گیا۔ کہ ملک اور قوم کے لئے من مانے ضابطے اور قانون بنادیں اور ایسی بہت سی ترکیبیں اختراع کر

پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے

(مسٹر محترمہ میر عرفات شکر ریکوٹر)

(بہ سبب اشاعت ماہ جولائی ۱۹۸۸ء)

ادبیہ بات خصوصیت کے ساتھ ان بہت سے مسلمانوں کے بارے میں صحیح ہے۔ جو مغربی اصولوں پر تعلیم پا چکے ہیں۔ دین کی حیثیت میں اسلام کے بارے میں ان کی بے پروائی گذشتہ پچاس پچاس برس سے خاصی بڑھ گئی ہے شہریت آدمی پر جو دھن عائد کرتی ہے۔ وہ ان کے لئے بیشتر تکلیف دہ ہیں۔ وہ مغربی نقطہ خیال کے سوا اور کسی طرح سوچنے سے قاصر ہیں۔ اور دل ہی دل میں ان کو یقین نہیں ہے کہ دنیا کے معاشرتی اور سیاسی مسائل خالصتہً ہی تصورات کے ماتحت رکھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اسلام پر جب وہ غور کرتے ہیں تو وہ کسی نظریہ کے طور پر نہیں۔ بلکہ محض رسم کے طور پر۔ اور زیادہ سے زیادہ ان کے سامنے اپنی قوم کی تاریخی روایات کا تہذیبی مفاد ہوتا ہے اس قسم کے ذہنی رجحان کے نزدیک پاکستان کی پکار بالکل اس قسم کی ایک اور قومی پکار ہے جیسے مصر مصریوں کی پکار یا چیکو سلوکیہ چیکو سلوکیہ کے لئے۔ یعنی ایک گروہ انسانی کی خود مختاری کا مطالبہ جن کے کچھ خاص اقتضائی مفاد ہیں۔ اور جن کی کچھ تہذیبی روایات مشترک ہیں۔ ان تہذیبی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ ہماری قوم اسلام کے ساتھ منسوب ہے۔ یہ ہے صورت حال پیش قدمی۔ اب تو تسلیم کر کے کہ پاکستان کا یہ ایک نہایت حقیقی تصور ہے۔ ایک ایسا تصور جو اس اسلامی ہوش و خروش پر بہت

اور حد بھی وہ لیتے ہیں جسے بڑا آدم کہا جاتا ہے۔ آج آپ ان کی غربت و افلاس کا منہ دکھ اڑاتے ہیں ان کے پیسے کچیلے جسم آپ کی امیرانہ نگاہوں کو بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے گندے غلیظ اور اکثر حالتوں میں مریض و معطل بچوں کو دیکھ کر آپ کو گھن آتی ہے لیکن کبھی آپ یہ بھی سوچا کہ جس بچے سے وہ اپنے لئے صاف مستحق ہے لباس زیب کرتے ہیں اس سے آپ کی پر تکلف اور نذوق بڑی بوشاکیں تیار ہو گئی ہیں اور جس روپے سے وہ اپنے بچوں کے لئے دودھ اور دوا بہم پہنچاتے وہ آپ کے لئے شہر میں خریدنے پر صوف ہو رہا ہے۔ وہ اپنے بازوؤں کی پوری قوت صرف کر کے قدرت کے خزانوں سے دولت برآمد کرتے ہیں لیکن آپ کی قابل صد نفرت تہذیب کے قوانین اس دلت کے ان کے ہاتھوں سے چھین کر آپ کی جیبوں میں بھر دیتے ہیں اور اس کے بعد یہ دیکھنا کسی قدر حیرت انگیز ہے کہ آپ ان کے ممنون منت ہونے کی بجائے انہیں اپنے سے اور ذل اور ادنیٰ مخلوق خیال کرتے ہیں۔ آج اگر آپ کے تمام ملک کے تمام کپڑے اپنے والے آپس میں تعلق کر کے کپڑا بننا بند کر دیں تو کیا آپ کی جماعت اور آپ کے طبقہ عالی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے کہ جو لڑیم یا سوت کے جوتا رکھی جوڑے؟

سبب سبب

بڑا ظلم ہے جس کا اظہار علامہ السلین کر رہے ہیں ایک طرف سبب بہت سے نام نہاد تعلیم یافتہ لوگ اسلام سے صرف اس حد تک لچھی رکھتے ہیں جن حد تک وہ ان کی سیاسی خود مختاری کی جدوجہد کا ساتھ دے سکتے ہیں دوسری طرف عام لوگ صاف لونا

کے یہ ہیں۔ اس بنیاد کے دینی مصلحت انجام دینے کے لئے ان کے ہاں کے اظہار کے ناقابل ہونے اور اس کی پوری طرح سے ناواقف ہونے کے باعث علامہ نے اپنے طبع یافتہ طبقے کی قیادت پر انصاف سے نظر ڈالا ہے۔ ان کے ہاں کے اظہار کے ناقابل ہونے اور اس کی پوری طرح سے ناواقف ہونے کے باعث علامہ نے اپنے طبع یافتہ طبقے کی قیادت پر انصاف سے نظر ڈالا ہے۔ ان کے ہاں کے اظہار کے ناقابل ہونے اور اس کی پوری طرح سے ناواقف ہونے کے باعث علامہ نے اپنے طبع یافتہ طبقے کی قیادت پر انصاف سے نظر ڈالا ہے۔

تبلیغی کتابیں

جام حیات { جیات بعد موت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آوازانہ طرز تحریر سے مبارک کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دوفریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدین دارالعلوم عربیہ سے اپنی زیرنگرائی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ گرائی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹۰ محصولہ ڈاک ۱۔

قائدانِ حسین { شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے تحت جگر حضرت حسینؑ کو کر بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوا یاں مذہب شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعہوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۶۔ کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب کاغذ دبیز قیمت دس آنے محصولہ ڈاک ۱۔

آخری پیغام حق { حضرت مولانا ظہور احمد صاحب جوئی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور اُمید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت کرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گہرے بہا ہیں اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔“

قیمت دس آنے۔ محصولہ ڈاک ۱۔

کشف التلبیس

{ مصنفہ مولانا سید لایت حسین شاہ ضابطہ دینی کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعہوں کا یہ سارا لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ روڈ سا کی طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہونا رہتا ہے شیعہوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرا میں تبلیغ روڈ اس کتاب میں موجود ہے شیعہوں کے تمام مطامع اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸۰ حصہ سوم ۶۰ حصہ چہارم ۸۰ حصہ ختم ہو چکا ہے ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲۰۰ محصولہ ڈاک ۱۔

برقِ آسمانی { جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم معاملات کا رٹائے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیاتِ کبر کے مشعل بر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرعاتیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸۰ محصولہ ڈاک ۱۔

فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ

{ یہ کتاب حضرت مولانا دام برکاتہم سابق خطیب جامع قلعہ شیخ پورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ مردہ پر سیرک بحث کی ہے کتاب کا مآخذ اشی سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں اور تقریباً ۲۰ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد اور ضروری مسائل بھی آگئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتبرہ تفاسیر متداولہ تصریحات کرام فائدہ جات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ مردہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں اور مائتہ حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے استی سے زیادہ جواب دیئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

بیزارتھے اور یہ کہ کون سے ساداتِ منتہی اعزاز و تصدیم میں اور ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیے۔ یہ پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا بھی اس مسئلہ پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طباعت پر زیبہ ضخامت قریباً دو سو صفحات قیمت صرف ۴۰ محمولہ اک ۱۰۔
مولف مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب
تانا یا نہ نقشبندیہ { بکھروی اس کتاب میں مرنا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴۰ محمولہ اک ۱۰۔

اجتناب الحنفیہ { اس رسالہ میں صد با علمائے اسلام کے واضح اور براہین قاطعہ سے فرقہ و مرزائیہ کا امتداد اور رافضی و مرزائی سے شنی عورت کا کاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴۰ محمولہ اک ۱۰۔
تحفہ میرزا میہ { کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴۰ محمولہ اک ۱۰۔
حقیقت کش { مولانا پیر قطب شاہ صاحب مذہب شیعہ کے

ہدایات القرآن { عیسائیوں نے مشہور رسالہ حقائق و مرزائیوں کے مغالطات بھی دہرہ دہرہ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق و قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۲۰
رسالہ خیروری و نہاد { خاکساری { محمد بہا الحق صاحب قادیانی

امرتہری۔ قیمت ایک آنہ (۱۰) ار
مظلوم قوم { تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلم بی بی
ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو
مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی
ہے۔ قیمت ۵۰

اسلامی جہاد { راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان
انصار پیاہوں سے آلہ کبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد
کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے۔
اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بے لگ بھیرہ
کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بلوچی امیر مجلس مرکزیہ
حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰

خاکساری مذہب { ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے
انما بندہ اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی
علماء کرام کی طرف خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت
ٹریچر شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد
صاحب بلوچی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۰

خاکساری فتنہ { جس ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا۔
جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لمحہ کی دستبرد سے محفوظ
ہوا اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد سے توبہ کر لیا۔
دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ پانچواں ایڈیشن ہے ۱۰۰ صفحہ
از مولانا پیرزادہ محمد بہا الحق صاحب قادیانی قیمت فی نسخہ ۴۰ محمولہ اک ۱۰۔
مشرقی فتنہ { بلوچ پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پر درخشاں۔
الاجواب نقد قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب
مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲۰ علاوہ محمولہ اک ۱۰

ملنے کا پتہ { منجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)